۷۸۶

اردو ترجمہ

تزک تیمور

جس میں

فاتح اعظم امیر صاحبقراں تیمور نے خود اپنے تمام ضوابط و آئین اور امور جہانداری کو قلمبند کیا ہے

مترجمہ

مولوی محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر و مالک اخبار وطن و حمیدیہ ایجنسی

حمیدیہ پریس لاہور

جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ ایشر داس پرنٹر چھپی

بار اول

قیمت - عہ

عرض حال

جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے اردو زبان میں اسوقت تک تزک تیموری کا ترجمہ کہیں شایع نہیں ہوا۔ خود فارسی زبان کی اصل کتاب بھی شاید مٹ جاتی۔ اگر ۱۷۸۳ء میں لندن کا مطبع کلارنڈن اوسے شایع کرکے نسیاً منسیاً ہوجانے سے محفوظ نہ کردیتا۔ اسکے بعد اور ممالک کی خبر نہیں۔ ہندوستان میں فارسی نسخہ کو ۱۳۰۷ھ میں اب سے ستائیس سال پہلے مطبع کریمی بمبئی نے لندن نسخہ سے ہی نقل کرکے شایع کیا تھا۔

یہ کتاب جیسے قیمتی مضامین سے لبریز ہے۔ اون کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مطالعہ سے خود اسکی کیفیت معلوم ہوجائے گی۔ مختصراً یہ کہنا کافی ہوگا کہ یہ دستور العمل اوس شخص کا لکھا ہوا ہے جسے الہ العالمین نے عملاً گدائی سے شہنشاہی بخشی۔ اور وہ اس دستور العمل کو فضل ایزدی کے بعد اپنی کامیابی اور کامرانی کا اصل سبب سمجھتا ہے۔ دوسرے صفحہ پر امیر صاحبقرانی کی تصویر جیسی کہ دستیاب ہوئی دیجاتی ہے۔ اصل تزک تیموری کے خاتمہ پر ایک مبسوط تتمہ بھی ایزاد کردیا ہے۔

العارض بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ

اڈیٹر وطن لاہور

یکم محرم ۱۳۳۵ھ

مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء

ڈیڈیکیشن

بحضور بندگان اقدس اعلیٰ اعلےٰ حضرت شہریار دکن نظام الملک

آصف جاہ ہز ہائی نس میر عثمان علیخان بہادر

خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

جن کی

علم دوستی۔ روشن ضمیری۔ بیدار مغزی۔ رعیت پروری اور اوصاف

ملک داری کا ایک زمانہ معترف ہے

تزک تیموری کے پہلے اردو ترجمہ کو باادب معنون کرنیکی جرأت کیجاتی ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

العبد المخلص

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر و مالک اخبار وطن لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

شبیہ امیر صاحبقران امیر تیمور گورگان انار اللہ برہانہ

TIMOUR.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسباب و حالات فتوحات صاحبقرانی

و تفاصیل جہانداری و ملک رانی امیر گورگانی پر خود کچھ لکھنے کی کوشش
کرنے کی بجائے اب معلوم ہوا کہ امیر تیمور کی کہانی خود اُن کی زبانی حرف
بحرف بیان کر دیجائے۔ جہاں اس سے اِن دنوں اور زمانہ سابق کے
فن معرکہ آرائی کا دلچسپ تفاوت معلوم ہوگا۔ وہیں ساتھ ہی یہ بھی
منکشف ہو جائے گا کہ عدل و انصاف اور ضابطہ و آئین ہی ہمیشہ
جہانداری کے بنا رہے ہیں۔ امیر ممدوح نے اپنی سوانح عمری بزبان
فارسی لکھی تھی۔ افادۂ ناظرین کیلئے ہم اسکا سلیس بامحاورہ اُردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

پہلا مقالہ تدبیر و آراء

میں نے امور ملک گیری و حکمرانی اور انہزام دشمن اور دشمن کو اپنے دام میں لا کر مخالفوں کو دوست بنا لینے اور دوستوں اور دشمنوں سے میل جول اور برتاؤ کی تدبیر و رائے یہ قرار دی کہ بے سوچے اور مشورہ کئے ہوئے کوئی کام نہ کروں کیونکہ میرے پیر نے مجھے تحریر کیا تھا کہ ابوالمنصور تیمور! تم کاروبار سلطنت میں چار باتوں کو خوب مضبوط پکڑے رہنا۔ مشورہ باہمی۔ ذاتی رائے۔ دور اندیشی اور بیدار مغزی۔ کیونکہ جو سلطنت بادشاہ کی زبردست ذاتی رائے۔ اور مشیروں کی نیک صلاح سے خالی ہو وہ بالکل اُس جاہل شخص کے مشابہ ہے جسکے تمام افعال و اقوال سراپا غلط ہوتے ہیں۔ اور اسکی باتیں اور اس کے کام از اول تا آخر پشیمانی اور ندامت ہی سے سابقہ ڈالتے ہیں۔ اِس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنی سلطنت کے کاروبار کو چلانے میں دانا لوگوں کے مشورہ اور اپنی تدبیر پر عمل کرو تاکہ آخر میں پچھتانا نہ پڑے۔

تم کو یہ بھی خوب یاد رہے کہ سلطنت کے کاموں میں ایک حصہ

برداشت اور تحمل کا ہے۔ اور دوسرا حصہ جاننے اور سمجھنے کے بعد غافل اور نادان بننے کا۔ مگر پختہ ارادہ صبر، پا مردی و استقلال۔ دور اندیشی اور انجام بینی کے ذریعہ سارے کام سُدھر جاتے ہیں والسّلام"

یہ خط گویا ایک رہنما تھا جس نے مجھے راہ راست دکھائی اور بتا دیا کہ سلطنت کے کاموں میں نو حصّے تدبیر و مشورہ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور صرف ایک حصّہ تلوار کے وسیلہ سے۔ داناؤں کا مقولہ ہے کہ ایک ہی عمدہ تدبیر سے ایسے ملک فتح کئے جا سکتے اور اس قسم کی فوجیں منہزم کیجا سکتی ہیں جو سینکڑوں لشکروں کی تلواروں سے بھی قابو میں نہ آسکیں۔ مجھے تجربہ ہوا ہے کہ ایک آزمودہ کار۔ بہادر۔ جواں مرد۔ صاحب عزم و تدبیر اور دور اندیش آدمی ہزار بے تدبیر اور غیر دور اندیش آدمیوں سے کہیں بڑھ کر اچھا اور مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک ایک کارداں آدمی ہزار ہزار آدمیوں سے اپنے ماتحت کام لیتا ہے۔

مجھے یہ بھی تجربہ ہوا ہے کہ دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آنے میں لشکر کی زیادتی کوئی سبب نہیں ہوتی۔ اور نہ فوج کی کمی دشمن

میں ٹھیک تدبیر کی ہے۔ پہلے دیکھ لیا ہے کہ اس کام کے بر آنے کا کیا طریقہ ہے جب اسکو شروع کیا ہے۔ اور یوں کہ درست تدبیر و عزم دانائی اور ہوشیاری پیش بینی اور دور اندیشی کے ساتھ اسے انجام کو پہنچا دیا ہے۔

میرا یہ بھی تجربہ ہے کہ صلاح و مشورہ کے قابل اور اہل الرائے وہی لوگ ہوتے ہیں جو باتفاق اپنی بات اور دھن کے پکے ہوں۔ جو کچھ کریں یا کہیں اس سے کسی طرح باز نہ رہیں۔ اور اگر کہیں کہ ہم یہ کام نہ کریں گے تو پھر چاہے کچھ ہو جائے ہرگز اس کام کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ تجربہ نے مجھکو بتا دیا ہے کہ صلاح دینے والے کی رائے دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبانی۔ دوسری تہ دلی۔ زبانی مشورے تو میں صرف کانوں سے سن لیا کرتا تھا۔ اور تہ دلی رائیں سنکر انہیں دل و دماغ میں جگہ دیدیتا تھا۔ لشکرکشی کیوقت صلح و جنگ کے متعلق لوگوں کے خیالات معلوم کرتا تھا اپنے سرداران سپاہ کے دل ٹٹولتا تھا کہ وہ لڑائی کے خواہاں ہیں۔ یا صلح پر مائل۔ اگر ان کی گفتگو صلح کے حق میں ہوتی تو صلح کے فوائد کا جنگ کے نقصانات سے مقابلہ کیا کرتا۔ اور وہ جنگ پر آمادہ پائے جاتے تو

لڑائی کے قواعد کو صلح کے فوائد سے مقابل کر کے دیکھتا تھا پھر جو پہلو زیادہ
سودمند ہوتا اُسی کو اختیار کر لیتا۔ اور جو صلاح و مشورہ فوج کو دو دل
اور مذبذب بنا دیتا اسکے سننے ہی سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اور جو مشیر کار
کہ امر مشورہ کے ساتھ لیت و لعل دیتا اُسکی بات بھی سنتا تھا۔ اور عاقلانہ و مردانہ
رائے دینے والے کی گفتگو بھی سماعت فرماتا۔ اصلاح سب کی پوچھتا۔ لیکن
ہر رائے کی بھلائی اور بُرائی پر غور و فکر کر کے اسی پہلو کو اختیار کیا
کرتا جو بہتری اور درستی کا ہوتا تھا۔

چنانچہ جس وقت تغلق تیمور خاں نبیرہ چنگیز خاں نے علاقہ ماوراء النہر
کو فتح کرنے کے عزم سے دریائے خجند کو عبور کیا اور میرے اور امیر
حاجی برلاس اور امیر بایزید جلائر کے نام فرمان طلب صادر کیا۔ دونو
نامبردہ امیروں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اپنی سپاہ اور جمعیت
کے ساتھ خراسان کو چلے جائیں یا امیر تغلق تیمور خاں سے ملنے جانا بہتر ہے
میں نے ان کو جواب دیا کہ تغلق تیمور خاں کی ملاقات میں تو فائدے دو ہیں
اور نقصان صرف ایک۔ اور خراسان کو چلے جانے میں نقصان تو دو ہیں
اور نفع صرف ایک۔ ان سرداروں نے میری صلاح نہ مانی اور خراسان

کو روانہ ہو گئے۔ اور میں اس تذبذب میں پڑ گیا کہ خود کیا کروں، خراسان کو جاؤں یا تغلق تیمور خاں سے ملنے کو۔ میں نے اس بارہ میں اپنے پیر سے صلاح پوچھی۔ اور اُنہوں نے میرے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

"خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ جس وقت آسمان کمان بنجائیں۔ اور زمینیں ان کمانوں کی زہ ہوں۔ حوادث زمانہ تیر بنیں اور انسان ان تیروں کے ہدف ہوں۔ اور تیر انداز ہو خدائے بزرگ و برتر۔ اس وقت بتائے آدمی بھاگ کر کہاں جائیں۔ خلیفہ ممدوح نے جواب دیا۔ آدمیوں کو لازم ہے کہ وہ خدا ہی کے سایۂ عاطفت میں بھاگیں"۔ پس تجھ کو بھی اس وقت یہی لازم ہے کہ تغلق تیمور خاں کے سایۂ مہربانی میں بھاگ جا اور اس کے ہاتھ سے تیر و کمان لے لے"۔ یہ جواب پاتے ہی میں دل مضبوط کر کے تغلق تیمور خاں کے پاس حاضر ہو گیا۔ لیکن میں ہر ایک کام میں جبیر ایک رائے بھی جم جاتا کرتی۔ قرآن شریف سے فال لیا کرتا۔ اور جو حکم اسمیں برآمد ہوتا اسی پر عمل کرتا تھا۔ اس لئے جب تغلق تیمور خاں کی ملاقات کے بارہ میں قرآن سے فال کھولی۔ سورہ یوسف برآمد ہوئی اور میں نے قرآن مجید

کے حکم پر عمل کیا۔

تغلق تیمور خاں سے ملاقات کے بارہ میں سب سے پہلے میرے دل نے یہ مشورہ دیا کہ جب تغلق تیمور خاں نے بیگچک حاجی بیگ ایت اور انع تغلق تیمور کریت کو جن چند دیگر امیران اور سرداران جتہ کے ساتھ تین فوجوں میں تقسیم کر کے مملکت ماوراء النہر کی تاخت و تاراج پر مامور کیا ہے اور ان تینوں سالاروں کی فوجیں خزار کے مقام میں آکر خیمہ زن ہو چکی ہیں۔ تو پہلے جا کر ان سرداروں ہی کو بطمع زر و مال ملک پر حملہ کرنے اور لوٹ مار مچانے سے اس وقت تک کیلئے باز رکھنا مناسب ہے جب تک کہ میں خود تغلق تیمور خاں سے جا کر نہ ملوں میری یہ رائے ٹھیک تھی اور میں نے دیکھا کہ سرداران مذکور مجھ سے مرعوب ہو کر تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ ان کے تنگ دلوں کو جو آنکھوں کی طرح چھوٹے اور چھے تھے میرا وہ ہدیہ اور نذرانہ جو میں نے انہیں دیا بہت زیادہ معلوم ہوا۔ اور وہ ماوراء النہر کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے سے باز آگئے اور میں تغلق تیمور خاں کے پاس جا پہونچا۔ اور اس سے ملا۔ تغلق تیمور خاں نے میری ملاقات کو فال نیک خیال کر کے مجھ سے صلاح پوچھی۔ اور میری تمام

رالیوں کو سنکر بیحد پسند کیا۔

اسی اثنا میں تغلق تیمور خاں کو اطلاع ملی کہ اسکی فرستادہ ہر سہ افواج کے سپہ سالاروں نے اہل ماوراء النہر سے کچھ رقم نذرانہ وصول کر خورد برد کر لیا ہی تغلق تیمور خاں نے فوراً اس رقم کو ان سے طلب کیا اور ایک تحصیلدار اس کے لانے کو مقرر فرمایا۔ نیز انہیں حکم بھیجا کہ ماوراء النہر کو نہ جائیں اور انہیں معزول بھی کر دیا۔ ان کی جگہ حاجی محمود شاہ یسوری کو سردار افواج سہ گانہ مقرر کیا۔ تینوں سپہ سالاران مذکور یہ خبر پا کر باغی ہو گئے۔ اور میدان جنگ سے پلٹ کر جتّہ کی طرف چلے۔ راستہ میں انہیں اغلان[1] خواجہ ملگیا جو دیوان بیگی[2] اور مجلس شورائے مملکت کا رئیس تھا۔ باغی سرداروں نے اسکو بھی اپنا شریک حال بنا لیا۔ اسی وقت یہ بھی خبر ملی کہ تغلق تیمور خاں کے ماتحت سرداروں نے دشت قپچاق میں بغاوت برپا کر دی ہے۔ خان سخت پریشان ہوا۔ اور مجھ سے مشورہ لے کر دشت جتّہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماوراء النہر کا ملک مجھ کو دیدیا۔ اور اس کے متعلق فرمان شاہی اور

---

[1] بیٹے کو اغلان کہتے ہیں۔

[2] امیر دیوان۔ وزیر عدالت۔

معاہدہ لکھدیا۔ امیر قراچار نویان کے تومان[۱] کو جو ماوراءالنہر سے اسکے لئے مقرر تھا میرے واسطے چھوڑ دیا۔ اور میں ملک ماوراءالنہر پر دریائے جیحوں کے کنارہ تک حکمراں بن گیا یہ تدبیر ورائے میری سلطنت ودولت کے ابتدا میں ہوئی تھی۔ اور اسی سے مجھ کو تجربہ ہوگیا۔ کہ ایک ہی ٹھیک تدبیر ایک لاکھ سواروں کا کام دیتی ہے۔

میں نے اپنی سلطنت کے آغاز میں دوسری تدبیر ورائے یہ کی کہ جس وقت تغلق تیمور خاں دوبارہ ملک ماوراءالنہر پر حملہ کرنے آیا اور اپنا عہدنامہ توڑ کر ماوراءالنہر کی حکومت مجھ سے واپس لے لی۔ اور اپنے بیٹے الیاس خواجہ کو حوالہ کی۔ مجھ کو صرف اس کا سپہ سالار اور مشیر کار سلطنت رکھا۔ اور قاجولی[۲] بہادر اور قبل خاں کا عہدنامہ بطور سند کے دکھایا۔ میں نے بھی بزرگوں کے قول وپیمان کی بنا پر سپہ سالاری ہی کو قبول کرلیا۔

تغلق تیمور خاں نے ۷۶۲ھ میں ماوراءالنہر پر دوبارہ لشکرکشی کی تھی۔ اس نے مجھ کو طلبی کا خط بھیجا۔ اور میں استقبال کرکے اس سے ملنے گیا

---

[۱] حیا کبیر اور دلھیفہ۔ [۲] چنگیز خاں کے دادا کا نام تھا۔

لیکن تغلق تیمور خان نے عہد شکنی کی۔ ماوراء النہر کی حکومت مجھ سے لیکر اپنے بیٹے الیاس خواجہ کے حوالہ کی۔ اور مجھو اسکا سپہ سالار بنادیا۔ اور جب دیکھا کہ میں اس برتاؤ سے ناخوش ہوں تو اسوقت میرے دادا اور مورث اعلےٰ قاجولی بہادر اور قبل خاں کے عہد نامہ کو دکھایا۔ یہ عہد نامہ فولاد کی تختی پر کندہ کیا گیا تھا۔ اور اس کا مفہوم یہ تھا کہ خانی (شاہی فرمانروائی) قبل خاں کے بیٹوں اور لاد کا حق ہوگا۔ اور قاجولی بہادر کی اولاد ان بادشاہوں کی سپہ سالار رہے گی۔ دونوں کی اولاد باہم کوئی مخالفت نہ رکھے گی۔ میں نے اس عہدنامہ کو دیکھ کر تسلیم خم کردیا۔ اور بے عذر و حیلہ سپہ سالاری کو منظور کرلیا۔

مگر چونکہ قوم اوزبک نے ملک ماورالنہر میں بڑی اندھا دھند مچا رکھی تھی۔ اور ظلم و تعدی کو حد سے بڑھا دیا تھا۔ انھوں نے ستّر سیّدوں اور سیّد زادوں کو قید میں ڈال رکھا تھا۔ الیاس خواجہ کو سلطنت و فرمانروائی کا دماغ نہ تھا۔ اس سے اوزبکوں کا ظلم اور انکی دستدرازیاں رُک نہ جاسکیں۔ آخر میں نے دباؤ ڈال کر اوزبکوں کو پنچا دکھایا۔ اور مظلوموں کو ان کے ہاتھوں سے رہائی دلوائی۔

الیاس خواجہ کے ماتحت فوجی سردار اور امیران دربار اور ازبک کے لوگ اِس بات سے میرے دشمن ہو گئے۔ انہوں نے تغلق تیمور کو لکھا کہ تیمور باغی ہو گیا ہے۔ خان نے اس افترا کو سچ مان لیا۔ اور میرے قتل کا شاہی فرمان صادر کر دیا۔ وہ فرمان خوش قسمتی سے میرے ہی ہاتھ میں پڑا۔ اور میں نے دیکھا کہ اب جان کی خیر نہیں۔ گردن ماری جائیگی۔ اسکا چارہ کرنا چاہیئے۔ بس یہ تدبیر کی الوس برلاس کے جوانوں کو اپنے پاس جمع کر کے انہیں اپنے ساتھ متفق بنانے کی کوشش کی۔ ان لوگوں میں سے جس شخص نے سب کے پہلے میری متابعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اسکا نام ایکو تیمور ہے۔ دوسرا امیر جاکو برلاس تھا۔ اور دوسرے بہادروں نے بجان ودل میری ماتحتی اور جان نثاری منظور کی۔

ماوراء النہر کے باشندے میرے ارادہ سے خبردار ہوئے۔ اور انہیں معلوم ہوا کہ اس دمیں ہم نے ازبکوں پر حملہ کرنے اور انہیں پامال بنانے کا قصد کیا ہے۔ تو چونکہ ان کے دل بھی ظالم ازبکوں کے گروہ سے برگشتہ تھے۔ تمام بڑے اور چھوٹے باشندگان ماوراء النہر میرے ہم خیال وہمدم ہو گئے۔ اور علماء ومشائخ نے گروہ ازبکیہ کو ملک سے دور دفع

کرنے کا فتویٰ لکھدیا۔ اور چند قبایل اور فوجوں کے سردار بھی اس بارہ میں متفق الرائے بن گئے علماؑ و مشائخ کے فتویٰ اور اہل ماوراالنہر کے عہدنامہ کو ایک کاغذ پر اس طور سے لکھا گیا کہ :۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صورت و سیرت کے مطابق اہل اسلام سپاہ و رعیت اور علماء و مشائخ نے اسکو معزز و صاحب کرم دیکھ کر سلطنت کے لقب "قطب السلطنۃ امیر تیمور ایدہ اللہ" سے ملقب کیا ہے۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ مال و جان سے گروہ اوزبکیہ کو رفع دفع اور قلع قمع کرنے میں جس نے مسلمانوں کے نام و ناموس و آبرو اور مال و جان پر دست ظلم و تعدی دراز کر رکھا ہے۔ کوشش کریں گے۔ اور اپنے قول و پیمان میں پکے رہیں گے۔ اگر ہم اس قول و اقرار کے خلاف کریں تو خدا کی مدد و قوت سے نکل کر شیطان کے بندے ہوں گے۔

یہ فتویٰ اور معاہدہ میرے پیش کیا گیا۔ اور میں نے اسکو دیکھتے ہی چاہا کہ جنگ و پیکار کا نشان بلند کرکے اوزبکوں پر فوجکشی کروں اور مظلوموں کا حق اور بدلہ ظالموں سے لوں لیکن چند کمینہ خصلت

آدمیوں نے راز کو فاش کر دیا اور اس بات کا موقعہ نہ رہنے دیا کہ اچانک دشمن پر تاخت لائی جائے میں نے دوبارہ اپنے دل میں سوچا کہ اگر سمرقند ہی میں رہ کر اوزبکوں سے جنگ چھیڑدوں تو ایسا نہ ہو کہ ماوراء النہر کے باشندے مدد میں کوتاہی کریں۔ پس یہ رائے قرار دی اور اس بات کو مناسب سمجھا کہ شہر سمرقند سے باہر نکل کر پہاڑی علاقہ میں ڈیرہ ڈالوں۔ تاکہ جو میرا ساتھ دینے کو ہے وہاں آکر مجھ سے ملے۔ اور جب جمعیت بہم کر کے اوزبکوں سے میدان کارزار گرم کروں۔ چنانچہ جسوقت میں شہر سمرقند سے باہر نکلا ساٹھ سواروں سے بڑھ کر اور کوئی میرے ساتھ نہ آیا اور میں نے جان لیا کہ میری رائے غلط نہ تھی۔

میں ایک ہفتہ تک پہاڑ میں پڑا رہا۔ کوئی بھی اور نہ آیا۔ آخر اپنے دل میں ٹھان لی کہ بدخشاں کو چلکر وہاں کے حکمرانوں کو اپنا شریک بناؤں۔ سوار ہو کر روانہ ہوا۔ امیر کلال رح کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے مجھ کو رائے دی کہ خوارزم جاؤ۔ تو اچھا ہوگا میں نے ان کو سمرقند کی ایک سال کی آمدنی نذر کرنے کا وعدہ کیا۔ اور کہا کہ مجھے اوزبکوں پر فتح ہوگی تو یہ رقم آپکے نذر کیجائے گی۔ اُنھوں نے فاتحہ فتح و ظفر پڑھکر

مجھے رخصت کر دیا۔

امیر کلال کے پاس سے رخصت ہونے کے بعد بھی کل ساٹھ ہی سوار میرے ہمرکاب تھے۔ میری خوارزم میں آمد کی خبر الیاس خواجہ کو مل چکی تھی۔ اسی نے شہر خیوق کے حاکم تکل بہادر کو لکھا کہ مجھ پر حملہ کر کے مجھ کو قتل کر ڈالے اور تکل بہادر ایک ہزار مردوں کی جمعیت سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میرے پاس کل وہی ساٹھ سوار تھے۔ اور راستہ میں میرا سالا امیر حسین مجھ سے آکر ملگیا تھا ہم دونوں نے اپنی ہمراہی سواروں کے ساتھ معاند کے کثیر لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور لڑائی آغاز کر دی اور اس درجہ دلیری اور سرفروشی سے لڑا کہ دشمن کے ہزار سواروں میں سے کل پچاس زندہ باقی رہے اور میرے ساٹھ سواروں میں سے صرف دس بچ گئے۔ مگر اطلاقاً فتح میری ہوئی تھی۔ اور دشمن بھاگ کر بچ گیا تھا۔

الیاس خواجہ اور امیران جتہ کو میری ظفر مندی کی خبر ملی۔ تو وہ کہنے لگے کہ تیمور عجیب بااقبال اور تائید ایزدی سے بہرہ یافتہ ہے اور میں نے اس فتح کو اپنے لئے نیک شگون تصور کیا۔ ازبکوں کی آنکھیں مجھ سے جھپک گئیں۔ اور وہ بڑے مخالف ہوگئے۔

پھر میں نے اپنی سلطنت کی اصلاح میں تیسری تدبیر

حسب ذیل کی:-

تکل بہادر کی جنگ میں میری سلطنت و دولت کی بنیاد درہم برہم

ہوگئی تھی۔ اور صرف دس آدمی میرے پاس تھے۔ کہ ان میں سے بھی سات سوار

اور تین پیدل تھے اور کوئی میرا رفیق و معین نہ تھا۔ امیر حسین کی بہن جو میری

معزز بیگم تھی میں اسکو خود اپنے گھوڑے پر سوار کئے تھا اور خوارزم کے بیابان

میں مارا پڑا پھرتا تھا۔ ایک رات کو ایک کنوئیں پر مقام کیا تو تین پیدل

خراسانی بیوفا جو میرے ساتھ تھے تین گھوڑے لیکر بھاگ گئے۔ اور اب

یہ وقت ہوئی کہ سات آدمیوں میں کل چار گھوڑے رہ گئے۔ میری حالت

کمال ابتر تھی۔ اور پریشانی حد سے بڑھی ہوئی۔ مگر دل قوی تھا اور

میں بدحواسی کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس کنوئیں کے پاس سے آگے چلا۔

راستہ میں علی بیگ رہزن نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور گرفتار کرکے لے گیا۔ اسنے

مجھ کو ایک مکان میں جس کے اندر پسو بھرے تھے قید کردیا۔ اور بہت سے

نگہبان مقرر کئے کہ مجھے حراست میں رکھیں۔ ۶۲ دن میں اسکے یہاں قید رہا

آخر اپنے دل میں ٹھانی اور خدا کی مدد شامل ہوئی۔ دلیری و جانبازی کر کے

نگہبانوں ہی میں سے ایک کی تلوار چھینی اور ان پر حملہ کرکے اِن کو بھگا دیا۔ میں زنداں سے نکلکر علی بیگ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور وہ اپنے ناشائستہ فعل سے کہ مجھ کو قید کیا تھا شرمندہ و نادم ہوکر معافی کا طالب ہوا۔ میرے گھوڑے اور اسلحہ کو لاکر حاضر کیا اور ایک مریل سا گھوڑا معہ ایک کمزور اونٹ کے اپنی طرف سے نذر کیا۔ اِس کے بھائی محمد بیگ نے جو تحفہ مجھے بھیجا تھا اسمیں سے طمع کرکے کچھ خود رکھ لیا۔ اور باقی مجھ کو دے کر رخصت کیا۔ میں پھر خوارزم کے جنگل کی طرف چلا۔ بارہ سوار میرے پاس جمع ہوگئے تھے۔ وہی ساتھ تھے۔ دو دِن بعد ایک گاؤں میں پہنچا۔ اور ایک گھر میں اُترا۔ اس بستی میں ترکمانوں کی ایک جماعت رہتی تھی وہ لوٹ لینے کے ارادہ سے مجھپر حملہ آور ہوئے ہیں نے امیر حسین کی بہن کو گھر میں بحفاظت بٹھا دیا۔ اور خود نکلکر رہزنوں کا مقابلہ کیا۔ اسی حالت میں ترکمانوں میں سے ایک شخص حاجی محمد نامی مجھے پہچان گیا اور شور مچایا کہ یہ تو امیر تیمور ہے۔ لوگو اس سے نہ لڑنا۔ پھر میرے سامنے آکر سر اطاعت جھکا دیا۔ میں نے اسکی دلدہی کی۔ اور اپنا رومال اس کے سر پر ڈال دیا۔ وہ معہ اپنے بھائیوں کے آکر میری خدمت میں ملازم ہوگیا۔

چوتھی تدبیر و دانشمندی جو میں نے اپنی سلطنت کے اوائل میں کی حسب ذیل ہے:-

میرے پاس اب پھر ساٹھ سوار جمع ہو گئے تھے میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں اسی گاؤں میں رہ پڑوں جہاں اب پہنچا ہوں تو ایسا نہ ہو کہ اسی گاؤں کے باشندے مجھ کو ستانے اور آزار دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ اور اوزبکوں کو میری خبر پہنچا دیں۔ اپنی بہتری اسی میں نظر آئی کہ اس بستی سے نکلکر آبادی سے دور کسی جنگل میں ٹھہروں اور اس وقت تک پڑا رہوں جب تک کہ سلطنت کی قوت بازو یعنی فوج میرے پاس اکٹھی ہو جائے چنانچہ میں اس گاؤں سے خراسان کیطرف چلا گیا۔

راستہ میں ماخان کا حاکم مبارک شاہ سنجری ایک سو سواروں سمیت میرے پاس آیا۔ اور عمدہ عمدہ گھوڑے نذر دئیے۔ سادات اور اہل ملک کی ایک جماعت اور بھی مجھ سے آملی۔ اور اس صحرا میں دو سو سواروں اور پیدلوں کے قریب جمعیت میرے پاس جمع ہو گئی۔ اور میری رفیق بنی۔ اسوقت مبارک شاہ۔ سید حسین اور سید ضیاء الدین نے مجھ سے عرض کیا کہ اب تو اس جنگل میں ٹھیرے رہنا پریشانی کا موجب ہے۔ کسی اور جانب چلنا اور

رہنے سہنے کے لئے کسی ملک یا صوبہ کا مسخر کرنا ضروری ہے۔ میں نے اپنے
دل میں غور کیا۔ اور ان کو جواب دیا کہ میرے دل میں تو یہ بات آئی ہے
کہ ہم سمرقند کیجانب چلیں۔ تم لوگوں کو شہر بخارا کے آس پاس کے مواضع
میں پھیلا دوں گا۔ اور میں خود سمرقند کے اطراف میں جا کر وہاں کے قبائل
اور جرگوں میں داخل اور ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش میں مصروف
ہوں گا۔ پھر اس طرح کچھ فوج جمع کر کے تمام کو بلوالوں اور جتہ کے
لشکر اور الیاس خواجہ سے لڑائی چھیڑ دوں۔ تا آنکہ ما وراء النہر کے ملک
کو تسخیر کر لوں"۔ ان لوگوں نے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور اسی
ارادہ پر فاتحہ خیر پڑھ کر ہم روانہ ہو گئے۔ میں نے ان دو سو آدمیوں کو
بخارا کے اطراف میں منتشر کر دیا۔ اور الجائے ترکان آغا امیر حسین
کی بہن کو بھی وہیں پوشیدہ طور پر چھوڑ کر خود سمرقند کا راستہ لیا۔ راستہ
ہی میں تموک قوچین پندرہ سواروں کے ساتھ آکر میرے ساتھ مل گیا۔
اور میں نے اس سے اپنا راز بیان کر کے اس کو مبارک شاہ کے پاس بھیجدیا
زاں بعد خود قبائل اور جرگوں میں جا کر دو ہزار آدمیوں کے قریب اپنے
ساتھ متفق بنائے۔ اور ان سے قول و اقرار لے لیا۔ کہ جیسے ہی میں

سمرقند میں اپنی حکمرانی کا اعلان کروں یہ لوگ میرے پاس پہنچ جائیں۔ رات کو پوشیدہ طور پر شہر سمرقند میں داخل ہوا۔ اور اپنی بڑی بہن قتلغ ترکان آغا کے گھر میں جا اترا۔ ۴۸ دن یونہیں چھپا چھپا بیٹھا رہا۔ اور رات دن اپنے مقصد کو کرسی نشین کرنیکی فکریں اور تدبیریں کیا کرتا تھا۔ تا آنکہ بعض شہر والوں کو میرے آنے کی خبر ملگئی۔ اور قریب تھا کہ میرا راز فاش ہو جائے۔ اس لئے مجبوراً اون پچاس سواروں سمیت جو شہر میں میرے ساتھ تھے سمرقند سے نکلکر خوارزم چلا میرے ساتھ پیادوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ راستہ میں ترکمانوں کے گلہ اسپان میں سے چند گھوڑے لیکر اپنے پیدل ساتھیوں کو بھی سوار کیا۔ اور دریائے آمو کے کنارہ پر اجیغی نامی ایک موضع میں آکر پست و بلند دشوار گذار زمین میں قیام کیا۔ اسی جگہ میرے اہل حرم مبارک شاہ اور حسین مع اس جماعت کے جسکو میں نے اطراف بخارا میں چھوڑا تھا مجھ سے آملے۔ اور تیمور خواجہ اغلان اور بہرام جلائر نے اپنی فوجوں سمیت آکر ملازمت کی۔ اب ایک ہزار سوار کے قریب میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اور یہاں سے میں اپنے دل میں ٹھان کر باختر اور قندہار کی سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اس ملک کو فتح و تسخیر کر لیا۔

پانچویں تدبیر اپنے ایام خروج میں میں نے یہ کی کہ
ملک باختر اور قندھار کی سرزمین کیطرف روانہ ہونے کے وقت دریائے
ہیرمن کے کنارہ پر پہنچ کر اُترا۔ اور اپنے لئے ایک عارضی رہائش گاہ تیار کی۔
اور چند روز فوج کو آسائش اور ترتیب دینے کے لئے وہاں قیام و توقف کیا
اس وقت میں ملک گرم سیر کی فوجیں اور رعایا میری طرف رجوع لائیں۔
اور ترک تاجیک قوموں کے ایکہزار سوار کے قریب میرے پاس جمع ہو گئے۔ اور گرم سیر
کا ملک میرے قبضہ میں آ گیا۔ میں نے اسوقت سیستان کے ملک پر حملہ کرنے کا
ارادہ کیا۔ والئی سیستان کو اسبات کی خبر پہنچی تو اس نے تحفہ و نذرانہ بھیج کر
مجھ سے مدد مانگی۔ کہ دشمنوں کی ایک جماعت مجھ پر ظلم کر کے میرے ملک پر مع
سات قلعوں کے قابض ہو گئی ہے۔ اگر دشمنوں کو میرے مُلک سے روک دیں
تو چھ ماہ کے قابل آپکی سپاہ کے اخراجات حاضر کرونگا۔
مجھے اسی میں بہتری نظر آئی۔ کہ سیستان پر لشکر کشی کروں اور
وہاں کے حاکم کے دشمنوں سے ساتوں قلعے چھین کر اونہیں اپنے تصرف
میں لے آؤں۔ چنانچہ پانچ قلعے بزور شمشیر و قوت بازو فتح کر لئے لیکن
حاکم سیستان کے دل میں خوف سما گیا۔ اور اس نے اپنے پہلے دشمنوں سے

میل کرکے باہم رائے قرار پائی کہ اگر امیر تیمور اس ملک میں رہ پڑا تو سیستان ہمارے ہاتھ سے نکلجائیگا اسلئے اُنہوں نے تمام ملک سیستان کی سپاہ و رعایا کو جمع کرکے مجھ پر حملہ کیا میں نے دیکھا کہ حاکم سیستان اپنے قول سے پھر گیا ہے تو مجبور ہو کر اسکے خط رجعت کو منقطع کردیا۔ اور اس سے جنگ شروع کی اثنائے کارزار میں ایک تیر میرے بازو پر اور دوسرا میرے پیر میں لگا۔ زخم کاری تھے لیکن آخر کار مینے ہی فتح پائی۔ اور چونکہ اس ملک کی آب وہوا میرے ملک کے موافق نہ تھی۔ اسلئے میں پھر گرم سیر ملک میں واپس آگیا۔ اور وہاں دو ماہ تک مقیم رہا۔ اس عرصہ میں میرے زخم بھی اچھے ہوگئے۔

اپنے خروج کے وقت میں نے چھٹی قرارداد اور عزمیت قلبی یہ کی تھی۔ کہ :-

جسوقت ملک گرم سیر میرے تسلط اور قبضہ میں آگیا اور میرے زخم بھی اچھے ہوگئے میرے دل میں یہ رائے آئی کہ اب اپنی رہائش کوہستان بلخ میں قرار دوں۔ اور وہاں فوج ولشکر جمع کرکے ملک ماوراءالنہر کو فتح کرنے جاؤں۔ اس رائے پر پختہ ہو کر میں سوار ہوا۔ اور کل چالیس سوار میرے ساتھ تھے۔ لیکن یہ سب کے سب اصیل اور اصیل زادے اور امیرزادے

ہی تھے۔ میں خدائے برتر کا شکر گذار تھا کہ ایسی پریشانی کے حال میں بھی اس قسم کے بے ساز و سامان مگر اصیل آدمیوں نے آکر میرا ساتھ دیا ہے۔ اور میری اطاعت قبول کرلی ہے۔ اور میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ اللہ تعالےٰ بڑا ہی کارساز ہے جو اس نے اس طرح کے ہم چشم اور برابر والے آدمی میرے ماتحت وزیر فرمان کردئے ہیں۔

میں کوہستان بلخ کو گیا۔ اور راستہ میں صدیق برلاس جو ایلدرین قراچار نویان کی اولاد میں سے تھا۔ اور میری تلاش میں مارا پھرا کرتا تھا۔ پندرہ سواروں کے ساتھ آکر مجھ سے ملگیا میں نے اسکے آنے کو نیک فال خیال کیا۔ ان دنوں ہم لوگ محض شکار کے گوشت پر گذرا وقات کرتے تھے۔ اور آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ اثناء راہ میں دیکھا کہ ایک بلند ٹیلہ پر ایک فوج جمع ہے اور وہ دم بدم بڑھتی جاتی ہے میں نے قراولوں کو بھیجا کہ جاکر خبر لائیں۔ قراول لوگ اس جماعت کے پاس گئے اور پلٹ کر یہ خبر لائے کہ امیر کا پرانا نوکر فراجی بہادر ہے جو کہ جتہ کے لشکر سے ایک سو سواروں کے ساتھ جدا ہوکر امیر کی (میری) تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ اور یہ سنکر میں نے خدا تعالیٰ کا سجدہ شکر کیا۔ اور فراجی کے حاضر لائے جانے کا حکم دیا۔ وہ آیا اور میرے سامنے

آداب کے ساتھ زانو ٹیک کر شرط خدمت بجا لایا۔ پھر میرے پیر کو بوسہ دیا اور میں نے اسکی دلدہی کرکے اپنی مندیل اسکے سر پر رکھدی۔ اور درہ ارصف کی طرف روانہ کیا۔

درہ ارصف میں پہنچ کر میں اتر پڑا۔ اور رات درہ سے باہر بسر کی۔ دوسرے دن پھر سوار ہوا۔ اور کمپ قائم کرنے کے لئے کسی مناسب مقام کی تجویز میں تھا کہ درہ کے وسط میں ایک بلند جگھہ نہایت عمدہ ہوادار اور صحت بخش نظر آئی۔ میں نے اس بلندی پر قیام کیا۔ اور میرے ساتھی اہل لشکر پشتہ کے گرد وپیش ڈیرے ڈال کر اتر پڑے۔ میں نے اس رات کو کہ جمعہ کی رات تھی شب بیداری کی۔ اور صبح کے نکلتے ہی نماز میں مشغول ہوگیا۔ نماز پڑھنے کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ دعا کے دوران میں مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور میں نے خدائے بزرگ سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس سرگردانی سے نجات عطا کرے میں ابھی دعا سے فارغ نہیں ہوچکا تھا کہ دور سے ایک فوج نمودار ہوئی اور معلوم ہوا کہ جس پشتہ پر میں ٹھیرا ہوں اسکے برابر ہوکر جارہی ہے۔ میں سوار ہوکر اس فوج کی پشت کیجانب سے آیا تاکہ ان کا حال معلوم کرسکوں۔ اور دیکھوں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ کل ستر سوار تھے۔ میں نے ان سے دریافت

کیا بہادر و! تم کون لوگ ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا "ہم امیر تیمور کے نوکر ہیں اور اسکی تلاش میں خاک بسر ہو رہے ہیں۔ مگر اب تک اُسے کہیں پایا نہیں ہے" میں نے ان سے کہا میں بھی امیر ہی کا ایک نوکر ہوں۔ کیا ہو کہ تمہیں راستہ بتا کر امیر کے پاس پہنچا دوں؟ میری یہ بات سُن کر ان میں سے ایک آدمی اپنا گھوڑا دوڑا کے چلا گیا۔ اور سرداروں کو خبر کی۔ کہ ہم نے ایک رہنما پا لیا ہے جو ہمیں امیر تیمور کے پاس پہنچا دیگا۔ سرداروں نے اپنے گھوڑے روک لئے۔ اور مجھے پیش کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ تین دستوں میں منقسم تھے۔ ایک دستہ کا سردار تغلق خواجہ برلاس تھا۔ دوسرے دستہ کا امیر سیف الدین اور تیسرا دستہ تو بک بہادر کے ماتحت تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تینوں سردار گھوڑوں سے اُتر پڑے اور سامنے آکر شرط خدمت بجا لائے۔ میری رکاب کو چوما۔ میں بھی اپنے گھوڑے سے اُترا۔ ہر ایک سے بغلگیر ہوا۔ اپنی مندیل تغلق خواجہ کے سر پر رکھی۔ اپنا کمر بند کہ بہت پُر کار اور زربفت تھا۔ امیر سیف الدین کی کمر سے باندھ دیا۔ اور اپنا لباس تو بک بہادر کو پہنایا۔ وہ رونے لگے اور مجھے بھی رقت آگئی۔ نماز کا وقت آ پہنچا تھا۔ ہم سب نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور پھر سوار ہو کر کیمپ میں آکر مقیم ہوئے۔ میں نے

دربار کیا۔ اور رفقاء کو دعوت دی۔ اسکے دوسرے دن شیخ بہرام بھی کہ وہ بچپن ہی میں مجھ سے الگ ہو گیا۔ اور ہندوستان کے ملک کو جانیکا دلمیں ارادہ رکھتا تھا۔ آگیا۔ اور میری خدمت میں حاضر ہو کر غیر حاضری کا عذر کیا قصور کی معافی چاہی۔ میں نے اسکو گلے لگایا۔ اور اسکی معذرت قبول کر کے اسپر اتنی مہربانی کی کہ وہ شرمندگی سے چھوٹ گیا۔ اور اپنے خروج[1] کے ایام میں ساتویں تدبیر اور دور اندیشی میں یہ کی کہ:۔

جس وقت اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ اب کل تین سو تیرہ سوار ہو گئے ہیں۔ میں نے دلمیں ارادہ کیا کہ کسی قلعہ کو فتح کر کے اپنی رہائش کا مقام قرار دوں۔ اور یہ عزم کیا کہ پہلے الاجو کا قلعہ جسپر الیاس خواجہ کیطرف سے منگلی بوغا سلادز و محافظ و حاکم مامور ہی۔ فتح و تسخیر کروں۔ اور اسی کو اپنے اسباب سامان کے محفوظ رکھنے کا مقام قرار دوں۔ چنانچہ اس ارادہ سے الاجو کے قلعہ کو روانہ ہوا۔ شیر بہرام کی منگلی بوغا سے پرانی دوستی تھی۔ اس نے مجھ سے خواہش کی۔ کہ اجازت ہو تو پہلے خود جا کر اسکو امیر کا مطیع بنا دوں۔ مگر جب وہ قلعے کے پاس پہنچا تو وہاں سے یہ

---

[1] عزم ملک گیری اور حصول تاج و تخت کیلئے نکلنے سے مراد ہے۔ (مترجم)

پیغام بھیجا۔ کہ منگلی بوغا کہتا ہے کہ قلعہ الیاس خواجہ نے مجھ کو سپرد کیا ہے۔ اسلئے مردی اور مروت سے دور ہے کہ میں امیر تیمور کا مطیع بن کر قلعہ اسکے حوالہ کر دوں"۔ منگلی بوغا نے قلعہ کو حوالہ کرنے میں اہمال کیا۔ مگر اتنا پھر بھی ہو گیا۔ کہ میرے اس طرف آنے کی خبر سے اسکے دلمیں اندیشہ سما گیا۔ اور وہ قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اسکے ساتھ قلعہ میں تین سو آدمی دولان جاون کی قوم کے ایسے تھے کہ وہ میرے پرانے نوکر رہ چکے تھے۔ یہ منگلی بوغا سے منقطع ہو کر میرے ساتھ آ ملے۔

اس کے بعد میں درہ عوف کے موضع میں پہنچا۔ اور اُس وقت تومن بہادر کا بیٹا الیس جو بلخ کے اطراف میں لوٹ مار کیلئے آیا تھا میرے آنے کی خبر سن کر دو سو سواروں کے ساتھ آیا اور میرا ملازم ہو گیا۔ میں نے اس کو اطمینان دلا کر اپنا گردیدہ بنا لیا۔ اور پھر اسی مقام سے تموکہ بہادر کو تین سواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دریائے ترمذ سے عبور کرکے جتہ کے لشکر کی خبر لائے۔ اور ان کے ارادہ و عزم سے واقفیت حاصل کرے۔ تموکہ نے چار دن کے بعد واپس آکر خبر دی کہ جتہ کا لشکر ترمذ کے علاقہ میں آکر لوٹ مار کر رہا ہے۔ میں نے یہ خبر پاتے ہی درہ کز کی طرف

کوچ کردیا۔ اور مصلحت اسی میں خیال کی کہ درہ گزمیں جا کر قیام کروں۔ اور پھر وہاں سے قابو اور موقعہ پا کر جتہ کے لشکر پر اچانک حملے کروں۔ میں درہ گزمیں داخل ہو گیا اور دریا جیحون کے کنارہ پر ایلچی بوغا کے میدان میں کمپ لگا دیا۔ الیاس خواجہ کو میرے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ اور اس نے سُنا کہ میں درہ گزمیں پُہنچ گیا ہوں۔ تو اس نے اپنی فوجیں مجھ پر حملہ کے لئے مقرر کیں۔

اسوقت مجھ کو یہ اطلاع ملی کہ امیر سلیمان برلاس۔ امیر موسیٰ اور امیر جاکو برلاس۔ امیر جلال الدین اور امیر ہندوکہ برلاس جو کہ جتہ کے لشکر میں سردار تھے اپنی فوجوں کے ساتھ سپہ سالاران جتہ سے باغی ہو کر پرانے ترمذ میں آ گئے ہیں۔ اُنہوں نے تولان بوغا کو میرے پاس بھیجا۔ وہ آیا اور ان کے آنے کی خبر مجھ کو دی۔ کہ عنقریب سرداران نامبردہ ایک ہزار سواروں سمیت حاضر خدمت ہو جائیں گے ہیں۔ ان لوگوں کے آنے کو اپنے لئے مُبارک شگون تصور کیا۔ اور اُنہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ رات کے وقت جتہ کے لشکر پر اچانک حملہ کرنا چاہیئے۔ مگر جب میں اس ارادہ سے سوار ہو کر روانہ ہوا۔ تو خبر ملی کہ جتہ کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اور قریب

آگیا ہے میں نے بھی اپنی فوجوں کو مرتب کر کے ان کے مقابلہ میں جما دیا اور منتظر ہو بیٹھا میرے لشکر اور جتّہ کے لشکر کے مابین دریا حائل تھا۔ اور مجھے مصلحت یہی نظر آئی۔ دشمنوں کو باتوں میں پھنسا کر ان کی جلن کی آگ تدبیر کے پانی سے بجھا دوں۔ اور انہیں اپنے موافق بنا لوں۔ میں نے لشکر جتّہ کے سپہ سالار امیر ابو سعید سے بات چیت شروع کی۔ اس نے میری تمام باتوں کو مان لیا لیکن دوسرے سردار اس سے اختلاف رائے کر کے لڑائی پر تیار ہو گئے تھے۔ میری غیرت کی آگ بھی بھڑک اٹھی۔ اور میں نے اپنی فوجوں کو جنگ کے لئے مرتب کر لیا۔

لشکر جتّہ کو شکست دینے کے بارہ میں میں نے یہ تجویز کی اور یہ میری آٹھویں تجویز اور رائے تھی:۔

میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں جتّہ کے لشکر سے معرکہ آرا ہوں تو ایسا نہ ہو کہ یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور میرے لشکر کو کوئی صدمہ پہنچے لیکن اس حالت میں غیرت میری دامنگیر ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ جب تو نے سلطنت کے دعویٰ سے خروج کیا ہی تو سلطنت کی شان اور اس کے رتبہ کے لئے یہی مناسب ہے کہ لڑائی پر تل جائے۔ پھر یا فتح پائے گا

اور دشمنوں پر غالب آئیگا۔ اور یا مارا جائے گا۔ دلمیں اس عزم کو پختہ کرکے میں نے دیکھا کہ دشمن کی جمعیت تین فوجوں میں منقسم ہو کر آمادہ جنگ ہوئی ہے۔ میں نے اپنے لشکر کے سات حصے بنا دیئے۔ اور تجویز کی کہ اپنی ساتوں فوجوں کو باری باری دشمن پر حملہ کرنے کی اجازت دوں گا۔ جنگ و پیکار کی آگ روشن ہوئی۔ اور اسکے شعلے اُٹھنے لگے۔ تو میں نے حکم دیا کہ ہراول کی فوجیں کمان سنبھال کر دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کریں۔ اور بیقاعدہ فوجی دستوں کو غیر منتظم حملہ کا اشارہ دیکر خود اپنی سپاہ کے بازوئے چپ اور بازوئے راست کے ساتھ حملہ کیا۔ اور پہلے اور دوسرے ہی حملوں میں امیر ابوسعید کی فوج کو جو کہ لشکر جتّہ کا سپہ سالار اعظم تھا ہزیمت دیدی۔

اسی حالت جنگ میں حیدر اندخودی اور منگلی بوغا میدان میں نکلے اور مبارز طلبی کرنے کے ارادہ سے میرے سامنے آئے۔ اور میں نے خود ان کا مقابلہ کرکے پہلے ہی حملہ میں انہیں منتشر بنا دیا۔ اور جتّہ کے تمام لشکر کو درہم برہم کرکے تتّر بتّر کر دیا۔

نویں تجویز اپنی سلطنت قایم کرنے کے بارہ میں یوں کی کہ:۔

جس وقت امیران جتّہ کے لشکر پر فتح پا چکا اور میرے سلطنت

حاصل کرنے کے دعویٰ سے خروج کرنے کی خبر توران کے ملک میں مشہور ہو گئی۔ اسوقت بنی دلمیں ٹھان لیا کہ انصاف و سخاوت کے ساتھہ حکمرانی کروں گا۔ اور اپنی سلطنت کو پائدار و مستحکم بنانے کے متعلق یہی بات سمجھ میں آئی کہ جو خزانہ میں نے جمع کیا ہے۔ نقد تھا یا جنس اس سب کو فوج پر تقسیم کر دوں۔ اور سب سے پہلے قہلقہ کے قلعہ کو تسخیر کروں۔

جب اپنے لشکر کو تنخواہ اور انعام وغیرہ دیکر از سر نو ترتیب کیا اور دریائے جیحون کے کنارہ پر پہنچا۔ ترمذ کے گہاٹ سے دریا کو اتر کر قلعہ قہلقہ کی طرف قراول روانہ کئے۔ اور خود جیحون کے دوسرے کنارہ پر چند روز قیام کر کے اسی انتظار میں رہا۔ کہ دیکھوں جاسوس کیا خبر لے کر آتے ہیں۔

ادھر جسوقت الیاس خواجہ کو میری خبر ملی اُس نے بیلچک کے بھائی الچون بہادر کو زبردست فوجوں کے ساتھ مجھ پر متعین کیا۔ میرے مخبر غافل ہو کر سو گئے تھے۔ الچون بہادر کی فوج اُن کے پاس سے آگے بڑھ کر راتوں رات میرے لشکر پر آپڑی اور شبخون کیا۔ میں جس سرزمین میں اُترا ہوا تھا وہ جزیرہ نما تھا۔ اس کے تین طرف پانی تھا۔ اور صرف ایک جانب خشکی۔ اس جزیرہ کے باہر جو چند خیمے تھے۔ جتہ کے لشکر نے ان کو لوٹ لیا۔ اور

ان خیموں میں کے آدمی نکلکر جزیرہ میں چلے آئے۔ میں فوراً لڑنے کیواسطے تیار
ہوکر جزیرہ کے کنارہ پر جم گیا۔ اور چونکہ دشمن کی آنکھ خوف زدہ ہو چکی تھی۔
اس نے لڑائی کی ابتداء اور جرأت نہ کی۔ میں دس دن تک اسی جزیرہ میں رہا
اور اسکے بعد جزیرہ سے نکلکر دریا کے کنارے کپڑے کی پالیں لگاکر ایک ماہ تک
دشمن کے لشکر کے سامنے خیمہ زن رہا۔ آخرکار دشمن (یعنی افواج جتّہ) خوف
زدہ ہوکر واپس چلا گیا۔ تب میں نے دریائے جیحون عبور کرکے اُن کے کمپ کے مقام
پر اپنا معسکر قایم کردیا۔ اور ایک فوج دشمنوں کے تعاقب میں روانہ کی۔

دسویں تجویز اپنی سلطنت کے استحکام کے بارہ میں حسب ذیل کی:۔

جب جتّہ کے لشکر کو میں نے شکست دیدی تو اپنے معاملہ کی خوبی اور
بہتری اسی میں معلوم ہوئی کہ اب جاکر بدخشاں کے ملک کو فتح اور اپنے
امور سلطنت کو جاری کروں۔ میں دریا کے کنارہ سے کوچ کرکے موضع خلم
میں اُترا۔ امیر حسین امیر قزغن کا پوتا جس کی بہن میرے حرم میں تھی میرے
پاس آیا۔ ہم دونوں باہم ملے اور خوب دعوتیں کیں۔ اب مصلحت اس
بات میں نظر آئی کہ ہم بدخشاں کو جائیں جس وقت میں مقام قندز
میں پہنچا۔ اس جگہ قیام کیا۔ اور اسوقت تک ٹھیرا رہا کہ اہل بورلداہو کے

سردار جمع ہوکر مجھ سے آملے۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی دلدہی کی۔ اور ان کو خلعت عطا کئے۔

بدخشاں کے بادشاہوں کو میرے لشکر آراستہ کرنے کی خبر پہنچی تو وہ لڑنے پر تیار ہو گئے۔ مجھ کو اس موقعہ پر یہ رائے سوجھی کہ پیشبندستی کر کے جبتک وہ لوگ لشکر فراہم کریں میں پہلے ہی ان کو ہزیمت دیدوں۔ اور میں تیز تیز چلکر طالمخان پہنچ گیا۔ بدخشاں کے بادشاہوں کو معلوم ہوا کہ میں طالخان میں آگیا ہوں۔ وہ سراسیمہ ہوکر صلح خواہی اور امن پسندی کی راہ سے میری خدمت میں حاضر اور میرے مطیع بن گئے۔ اپنی تجویز سے خوش ہوکر میں نے دیکھا کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ اب بدخشاں میں میری سلطنت رواج پا گئی۔ اور بدخشاں کی سپاہ کے بہت سے آدمیوں نے آکر میری ملازمت اختیار کرلی۔

اپنی سلطنت کو پھیلانے کی گیارہویں تجویز میں نے یہ کی:۔

جس وقت بدخشاں کے بادشاہ میرے مطیع ہو گئے۔ میں اس ملک سے ختلان کیطرف روانہ ہوا۔ اور مملکت ختلان داخلہ کے بعد میرے سرداروں میں سے دو شخص پولاد بوغا اور شیر بہرام۔ امیر حسین کی بدسلوکی

کے باعث مجھ سے جدا ہو کر اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر صحرائے کولک کے مقام جلکاسے میں کیمپ قائم کیا۔ اور لشکر جتہ اور الیاس خواجہ کی خبریں منگانے کیواسطے جاسوس مقرر کئے۔

جاسوس دس دن بعد یہ خبر لائے کہ جتہ کے امیروں میں اوّل کوچ تیمور بیگچک کا بیٹا ہے۔ اور دوم تیمور تو بکان اور سار یق بہادر اور تسنکوم اور تغلق خواجہ حاجی بیگ کا بھائی۔ چار سردار ہیں۔ یہ سب موضع خلاتی سے پل سنگین تک مسلسل اُترے ہوئے ہیں۔ ان سرداروں نے میرے پاس ایک قاصد بھیجا۔ اور ان کی غرض یہ تھی کہ میری اور میرے لشکر کی حالت معلوم کریں میں نے ان کے ایلچی کو دوبارہ خود اپنے لشکر کا معائنہ کرا کے واپس بھیجا۔ اور اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ ان کے قاصد کے پیچھے پیچھے ہی پیچھے خود بھی روانہ ہو پڑوں۔

لیکن چونکہ میں نے اپنے لشکر کو اپنے ساتھ ہمخیال نہ پایا۔ تو اسکو اپنے ساتھ ہم آہنگ بنانے کی یہ تجویز نکالی کہ کچھ لوگوں سے احسان و سلوک کروں۔ اور بعض کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤں۔ اور کچھ لوگوں کو مال و زر کی لالچ دلاؤں۔ اور ایک جماعت سے قول و قرار

اور وعدے کر کے اِن کا دل اپنے ہاتھ میں لوں۔ ابھی میں اسی فکر میں
تھا کہ مجھے خبر ملی کہ تغلق سُلا وزا اور کیخسرو جو کہ پہلے میرے ہی نوکر تھے
چھ ہزار جتّہ کے سواروں کو لے کر مجھ پر حملہ کرنے کو آرہے ہیں۔ میرا لشکر اس
خبر کو سُن کر پریشان و سراسیمہ ہو گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ میرے
سرداران میں سے امیر جاکو۔ ایکو تیمور۔ امیر سُلیمان۔ اور امیر جلال الدین
مستقل مزاج اور میرے مخلص و ہمدم ہیں۔

اب میں نے اپنے لشکر کو متفق بنانے کیلئے بارھویں تجویز اور
تدبیر یہ کی۔ کہ:۔

پہلے امیر جاکو۔ ایکو تیمور۔ امیر سلیمان۔ اور امیر جلال الدین کو تنہائی
میں بلا کر اُنہیں اپنا ہم خیال اور ہم راز بنانا چاہا۔ اور ان سے خلوت
میں یہ بات کہی کہ تم میری سلطنت اور فرمانروائی کے شریک ہو گئے
اس بات سے یہ لوگ اپنے عزم پر اور مستحکم ہو گئے۔

پھر ان کے علاوہ غیر متفق لوگوں کی جماعت میں سے ایک کو خلوت
میں بلوا کر الگ الگ ان سے ملا۔ اور باتیں کیں۔ جن لوگوں کو مال و
منال کی لالچ گھیرے تھی اور اون کو مال و زر دیکر اپنا یار بنایا اور

جاہ و منصب کے طلبگاروں اور ملک و جاگیر کے خواستگاروں کو اپنے مقبوضہ ممالک کی حکمرانی کیلئے نامزد کیا۔ اور سب کو امید و خوف کے بین بین رکھا۔ پھر ہر ایک کے ساتھ ایک ایک کوتل[1] متعین کیا۔ امیروں اور سرداروں نے تو یوں نبٹا اور عام سپاہیوں میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کھلانے اور پہنانے کا امیدوار بنا کر شیریں زبانی اور اخلاق سے اپنا گرویدہ کر لیا۔ تا آنکہ دوست و دشمن سب میرے گرویدہ ہو گئے۔ اور پختہ قول و قرار کر لیا۔ کہ میرے ساتھ جان لڑانے اور اطاعت میں ہرگز کوئی کمی نہ کرینگے۔

اپنے لشکر کی طرف سے مطمئن ہو کر میں الیاس خواجہ سے لڑنے کو تیار ہوا اور جنگ کی روش ایسی تجویز کی کہ پہل اپنی طرف سے کر کے جب تک ان کو خبر ہو میں اُن پر اچانک حملہ کر چکوں۔

میں نے اس تجویز کے بارہ میں قرآن مجید سے فال کھولی۔ فال میں یہ آیت کریمہ نکلی "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"[2] یہ

---

[1] کوتل خالی گھوڑی یا سواری کے دیگر جانور کو کہتے ہیں مگر اس مقام پر یہ معنی نہیں لگتے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ کوتل سے گوئندہ اور نگراں و جاسوس مراد ہے۔

[2] ترجمہ۔ بہت سے کم تعداد گروہوں نے بحکم خدا کثیر التعداد گروہوں پر غلبہ پایا ہے۔ یہ فال نیک اور مبارک شگون تھا۔ مترجم عفی عنہ۔

خوشخبری اور نیک فال پاتے ہی میں نے فوراً اپنی سپاہ کو مرتب اور تیار کر لیا۔

اور اسکو سات دستوں میں تقسیم و ترتیب کر کے روانہ ہو گیا۔ صبح کے وقت میں

تغلق تُسلاوز اور کیخسرو کے سر پر پہنچ گیا۔ جو ہراول بنکر آرہے تھے۔ اور ایک حملہ

کے بعد دوسرے حملہ میں ان کو زیر کر لیا۔ اور پھر ان کو پل سنگین کے کنارہ تک جو

الیاس خواجہ کی فرودگاہ تھی لپسپا بنا دیا۔

رات ہونے پر میں جس مقام تک پہنچ گیا تھا۔ وہیں قیام کر دیا۔ مگر دل میں

ٹھان لیا تھا کہ میدان جنگ کو افسردہ نہ کروں گا۔ اور گرم گرم (مستعدی

تمام) الیاس خواجہ کے لشکر پر جو تیس ہزار کے قریب ہی۔ اچانک حملہ

کروں گا۔ میں نے سوچا کہ اگر درنگ کرتا ہوں اور فوراً حملہ نہیں کرتا تو ایسا

نہ ہو کہ کوئی اس قسم کا معاملہ آپڑے جس کے علاج میں مجھ کو کمک (دوسرے

کی امداد) کا محتاج ہونا پڑے۔ اور باوجود اسکے کہ امیر حسین میرا سالا میرے

عقب میں منزل کئے تھا۔ تاہم میں نے اپنے تئیں ان کی امداد کا محتاج نہیں

بنایا۔ اور اپنے ہی عزم اور رائے سے الیاس خواجہ کے لشکر کو شکست

دے دی۔

تیرھویں ۱۳ تجویز و تدبیر لشکر جتّہ اور الیاس خواجہ کو شکست دینے کے

بارہ میں یہ کی۔ کہ:۔

میں نے سب سے پہلے الیاس خواجہ کے لشکر کو اپنی زبردست فوجوں کی ایک جماعت کے مقابلہ میں گرفتار اور دوسری جانب توجہ کرنے سے بیکار بنائے رکھنے کا عزم کیا۔ اور اس عزم کو یوں بروئے کار لایا کہ امیر موید ارلات اور اوچ قرا بہادر اور امیر موسیٰ تین نامور سرداروں کو پل کے سر پر الیاس خواجہ کے مقابلہ میں تعینات کر دیا۔ اور خود میں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دریا کو عبور کر کے ایک پہاڑ پر جس کے اوپر سے الیاس خواجہ کا لشکر بالکل پیش نظر تھا۔ اور وہ اسپر سے پوری زد میں آسکتا تھا۔ چڑھ گیا۔ اپنی سپاہیوں کو حکم دیا کہ بہت کثرت سے آگ جلائیں۔ اور خوب الاؤ لگائیں۔ لشکر جتہ پہاڑ کی چوٹیوں پر آگ کے الاؤ بکثرت روشن دیکھ کر اور پل سنگین کے کنارہ پر ایک بڑی فوج موجود پا کر سخت پریشان ہوا۔ اور اس رات میں الیاس خواجہ کے لشکر نے ایک دم استراحت نہ کی۔ تمام شب سب بیدار اور ہوشیار رہے۔ میں نے یہ رات پہاڑ پر یوں بسر کی۔ کہ خدائے تعالے کے حضور میں عجز نیاز کرتا رہا۔ اور حضرت رسول خدا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا رہا۔ میں کچھ سوتا اور کسی قدر جاگتا تھا۔ کہ میرے کان

میری آواز سن کر نہایت برہم ہوا غیظ و غضب میں اپنے لشکر کو ڈانٹا اور بھاگنے کی غیرت دلائی جس سے وہ لوگ پھر پلٹ پڑے۔ اور لڑنے لگے۔ طلوع آفتاب تک میری اور الیاس خواجہ کی سپاہ میں گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اور دلیران عرصۂ رزم باہم گتھ کر لڑتے تھے۔ ترکش تیروں سے خالی ہو چکے تھے۔ دشمن بھاگتا ہوا لڑ رہا تھا۔ تا آنکہ وہ چار فرسنگ تک پسپا ہو گیا۔ اور اپنے کیمپ میں سخت خستہ حال و شکستہ بال پہونچ کر مقیم ہوا۔ میں نے بھی زیادہ پیچھا نہیں کیا۔ اور میدان فیروزی میں دشمن کو وہاں سے بھگا کر اپنا کیمپ لگا دیا۔

جتہ کے لشکر نے اپنی تئیں مغلوب اور مقہور پا کر پھر میدان داری پر جرأت نہیں کی۔ اور کیمپ میں مورچہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ میں نے اپنی فوج کو الیاس خواجہ کے کیمپ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور چھوٹی چھوٹی زد و خورد کر کے اس کے لشکر کو اتنا تنگ کر ڈالا کہ آخر کار الیاس خواجہ مجبور و لاچار ہو کر دریا سے خجند کے اس پار بھاگ گیا۔ میں نے بھی اسکا زیادہ تعاقب نہیں کیا۔ اور انہیں انکے حال پر چھوڑ کر کامیاب و ظفر مند ملک ماوراءالنہر میں واپس چلا آیا۔

اب میں نے اپنی سلطنت کو مستقل اور پائدار بنانے کی تجویزیں اور تدبیریں کرنی شروع کیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہی :-

بات یہ تھی کہ کد کے امیروں میں سے ہر ایک اپنے تیئں عظیم الشان امیر سمجھتا اور آپ کو دوسرے سے بڑھ کر لگاتا تھا میں نے اُن سب کو اپنا مطیع و تابع بنانیکی رائے قرار دی۔ ان میں اوّل امیر حسین امیر قزغن کے پوتے کو کہ وہ ماوراء النہر میں بادشاہی کا دعویدار تھا میں نے اپنی سلطنت کا شریک کہہ کر اس سے میل ملاپ اور دوستی اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ لیکن وہ اگرچہ بظاہر مجھ سے دوستی کا اظہار کرتا تھا تاہم اندرونی طور پر میرا دشمن اور حاسد ہی رہا۔ اسکی خواہش ماوراء النہر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی تھی۔ چونکہ مجھے اوسپر بھروسہ نہ تھا۔ اسلئے اسکو خواجہ شمس الدین کے مزار پر لے گیا۔ اور اس سے اپنی دوستی کی قسم لی۔ پہلے خود قسم کھائی۔ کہ میں اس کا دوست رہونگا۔ اور پھر اس نے مجھ سے قول و قرار کیا۔ کہ کبھی دوستی سے نہ پھرے گا۔ اور اس کے علاوہ اس نے دوبارہ تین مرتبہ قرآن مجید پر ہاتھ رکھکر کبھی میری دوستی کی قسم کھائی تھی۔ اور چونکہ اس نے آخر میں اپنا اقرار توڑ ڈالا۔ اس بدعہدی نے اُسکو میرے پنجہ میں پھنسا دیا۔

شیخ محمد امیر بیان سلدوز کا بیٹا اپنی تئیں ایک بڑا امیر سمجھتا تھا۔ میں نے اس کو بھی بہلا پھسلا کر سات فوجی جماعتوں سمیت اپنا ہم گروہ اور مطیع بنا لیا۔ اور ملازمت کے رشتہ میں منسلک کیا۔ اور اس کے ماتحت لشکروں میں سے ہر لشکر کے سرداروں کو ایک ایک صوبہ کا جمعدار بنا دیا۔

شیر بہرام جو مجھ سے جدا ہو کر اپنے قبیلہ وجرگہ میں چلا گیا۔ اور سرکشی کر رہا تھا۔ اس کو دلجوئی کر کے بلوایا۔ اور اس نے اپنے گروہ کے ساتھ آ کر میری اطاعت قبول کی۔ اس کو بھی اپنا ملازم بنا کے ایک صوبہ جاگیر میں بخشدیا۔

امیر حسین سے مجھ کو قرابت اور عزیز داری کا خیال تھا۔ مگر میں نے اس سے کتنی ہی مروت و دلدہی کی۔ وہ میرا دوست نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ بلخ اور شامان کے دو بڑے صوبے مجھ سے لے لئے۔ اور میں نے بھی اسکی بہن کی دلداری کے خیال سے جو میری اہل خانہ تھی۔ ان صوبوں کے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کیا۔ بلکہ امیر حسین سے ایسی نرمی اور مہربانی کا سلوک اور اسپر اتنا احسان کیا کہ اس برتاؤ کو دیکھ کر جو سرداران نامی میرے مخالف اور دشمن تھے۔ وہ بھی زیر اطاعت آ گئے۔ اور ہوا خواہ ہو گئے۔ لیکن امیر حسین کو ہمیشہ میرے نیچا دکھانے ہی کی فکر رہتی تھی۔ اور وہ مجھ سے جوڑ توڑ چلتا ہی رہتا تھا۔ آخر

تنگ آگر میں نے اسکے بارہ میں یہ تجویز کی کہ بزور شمشیر اوسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بناؤں۔

توران کے ولایت پر قابض اور ماوراء النہر کو اوزبکوں کے خس وخاشاک سے پاک بنا چکا تو میں نے دیکھا کہ ملکی جرگوں کے بعض سردار ہنوز میرے مطیع نہیں ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے قبائل پر ناز تھا۔ اور میرے بعض ماتحت سردار بھی ان کی سفارش یوں کیا کرتے تھے۔ کہ جب تمام اہل ملک آپ کی سلطنت میں شریک ہو گئے ہیں۔ تو ان لوگوں کو بھی دولت میں شریک و شامل ہی سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ان لوگوں کی یہ باتیں سلطنت کی غیرت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی تھیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ جب خدا ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں تو اس پاک و برتر خدا کے ملک کا حکمراں و بادشاہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور یہ خیال میرے دل و دماغ میں بس رہا تھا۔ کہ اسی اثنا میں بابا علیشاہ میرے پاس آئے۔ اور اُنہوں نے کہا۔ تیمور! خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو دُنیا کا کام ضرور بگڑ کر رہیگا۔" میں نے ان کی بات سے اور ہدایت پائی۔ اور قرآن مجید میں فال کھولی۔ فال میں آیہ کریمہ نکلی۔" انا جعلناک خلیفۃ الارض" بس اس فال کو شگون مان کر

میں نے ان سرداروں اور امیروں کے مطیع بنانے کی تجویزیں شروع کر دیں۔ جو اپنی تئیں میری سلطنت و حکومت کا شریک اور حصّہ دار سمجھتے تھے۔

میں نے پہلے امیر حاجی برلاس کے اردوگاہ اور مقام قیام پر جا کر اُسے اپنا دوست و ہمدم بنایا۔ اور امیر شیخ محمد بیان سُلا وز کا بیٹا ہمیشہ شراب میں بدمست رہا کرتا تھا۔ شراب نے آخر اس کا خانہ خراب کیا۔ اور وہ فوت ہو گیا۔ میں نے اسکے علاقہ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ امیر بایزید جلایر حاکم علاقہ و شہر مجند کو میں نے بہت کچھ فہمایش و نصیحت کی مجھ سے اتفاق کرے۔ اور حلقہ اطاعت میں داخل ہو جائے لیکن میری نصیحتوں کا اوسپر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار اسکی جمعیت اور فرقہ ہی کے آدمی اسکے مخالف اور دشمن ہو گئے۔ اور اوسپر خروج کر کے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور میری خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے بایزید کی سرکشی کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ اوسپر کمال مہربانی اور نوازش کی اور اوسے احسان کی تلوار سے مقہور کر لیا۔

ایلچی بوغا سلاوز نے بلخ میں اپنی سلطنت قایم کر رکھی تھی۔ امیر حسین اس شہر کو اپنے دادا امیر قزغن کی تختگاہ سمجھ کر اوس کا طالب تھا۔ میں نے حسین ہی کو اس سے لڑوا دیا۔ اور یوں دو مخالفوں سے ایک ساتھ ان کو

کمزور کرنے کا فائدہ اُٹھایا۔

محمد خواجہ اپر دی جو کہ تایمن کے جرگہ سے تھا اور شبرغانات کے صوبہ پر قابض ہو کر میری مخالفت عیاں کر رہا تھا اس کو ایک اور علاقہ دے کر اپنا نوکر بنا لیا۔

بدخشاں کے بادشاہ جو اس ملک پر قابض و دخیل بنکر پھر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ ان میں ہر ایک کے ساتھ میل و اتحاد کر کے اُنہیں آپس میں دشمن اور مخالف بنا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی جنگ و جدل سے کمزور ہو کر سب کو میری طرف رجوع لانا پڑا۔

کیخسرو اور الجائیتو پردی ختلان اور ارزہنگ کے صوبوں پر قابض ہو کر خود مختار حاکم بن بیٹھے تھے میں نے کیخسرو کو مدد بھیجی کہ وہ جا کر الجائیتو پردی کا ملک چھین لے۔ اور الجائیتو پردی ناچار ہو کر میری پناہ میں آ گیا۔

امیر خضر یسوری نے مملکت تاشکند کو اختشام یسوری کے ساتھ مل کر قبضہ میں لے لیا تھا۔ میں نے کیخسرو اور الجائیتو پردی کو باہم دوست اور متفق بنا کر ان کے ساتھ ایک جمعیت بھی کر دی۔ اور حکم دیا کہ جا کر اختشام یسوری کو تاخت و تاراج کریں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہو گئی۔ اس کے بعد امیر خضر

یسوری عاجز ہو کر پھر میری پناہ میں آگیا۔ اور اس طرح میں نے تمام ماوراء النہر
کے ملک کو فساد و بدنظمی اور بدعملی سے پاک بنا لیا۔ اب میری زبردست سپاہ
نہایت قوی اور صاحب دبدبہ ہوگئی تھی۔ اور قبیلہ برلاس کا نام آسمان شہرت
پر آفتاب بن کر چمک اٹھا تھا۔ اور چغتائی تمنوں کے لشکر اور گروہ میری ہمّت کی
وجہ سے نامور اور ذی شوکت بن گئے تھے۔ اب میں اس ملک کے تمام قبائل
جرگوں۔ گروہوں اور تمنوں اور جماعتوں پر حکمران مطلق بن گیا تھا لیکن ماوراء النہر
کے چند قلعے جن پر امیر حسین کا قبضہ تھا۔ وہ میری حکومت کے دائرہ سے باہر تھے اور
یہ بات خلاف مصلحت ملکداری تھی۔

میری عظمت و شوکت کو ترقی و عروج کو دیکھ کر امیر حسین کی رگ حسد بھڑک
اٹھی۔ اس نے مخالفت عیاں کی۔ اور اپنا قول و پیمان توڑ ڈالا۔ میں اس سے
بارہا ملنے خود گیا تھا لیکن وہ میرے پاس کبھی نہ آیا۔ حیلہ و فریب سے قلعہ قرشی بھی
مجھ سے لے لیا۔ اور وہاں امیر موسیٰ کو سات ہزار سواروں کے ساتھ متعیّن کر دیا۔
پھر پانچ ہزار سوار اور بھیجے۔ اور میری بیخکنی کے درپے ہوا۔ اس حالت کو مشاہدہ
کر کے میری شاہی غیرت بھی جوش میں آگئی۔ اور میں نے اس سے قلعہ قرشی کو
واپس لینے کا ارادہ کیا۔ میرے چند سرداروں کی صلاح تھی کہ چلکر بزور شمشیر قلعہ کو

لینا چاہیئے۔ اور میں نے یہ تجویز کی کہ اگر اس قلعہ کو کوئی زک ملے اور ایسا ہوا تو بڑی سبکی ہوگی۔ جنگ کے متعلق کئی خطرات میرے دل میں آئے۔ اس لئے میں نے لڑائی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور مصلحت یہی سوچی کہ خراسان کی طرف روانہ ہوں۔ تاکہ قلعہ داروں کو میرے حملہ آور ہونے کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اور ان کو یوں بھلاوا دے کر اچانک پلٹ کر یلغار کرتا ہوا رات کے وقت قلعہ پر آپڑوں۔ اور اسے فتح کر لوں۔ یہ بات دل میں ٹھان کر میں خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔

دریائے آمویہ کو عبور کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ خراسان کی طرف سے ایک تاجروں کا قافلہ قلعہ قرشی کو جا رہا ہے۔ اس قافلہ کا سردار کچھ تحائف لے کر میری خدمت میں آیا۔ میں نے اس سے امیران خراسان کے حالات دریافت کئے۔ اور کہا کہ میں خراسان ہی کو جا رہا ہوں۔ پھر اسے رخصت کر دیا۔ اور قافلہ والوں کے ساتھ ایک جاسوس مقرر کیا۔ کہ حالات دریافت کر کے آئے خود وہیں دریائے آمویہ کے کنارہ کمپ قایم کر لیا۔ اور جاسوس کی واپسی کا منتظر رہا۔ وہ چند روز میں یہ خبر لایا کہ قافلہ والوں نے امیر موسیٰ کو اطلاع کر دی ہے کہ انہوں نے امیر تیمور کو دریائے آمویہ کے اس پار جا سنتے۔

دیکھا ہے۔ امیر موسیٰ اور امیر حسین کے لشکر نے یہ بات سنی تو وہ مطمئن اور بیفکر
ہو کر جنگ کی مستعدی سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور عیش و عشرت میں مصروف ہوئے۔
میں نے اس خبر کو سنتے ہی اپنے لشکر میں سے صرف ۲۴۰ جوانمرد اور کار آزمودہ
بہادر چنے اور دریا کو عبور کرکے ایلغار کناں موضع شیر کنت میں پہنچ گیا۔ وہاں
ایک رات دن قیام کرکے دم لیا۔ اور پھر ایلغار کرتا ہوا آگے بڑھ کر قلعہ قرشی
سے صرف ایک فرسنگ کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ اور مقام کیا۔ اس جگہ میں نے حکم
دیا کہ سیڑھیاں رسیوں کے ذریعہ باہم باندھ کر تیار کر لیں۔ تب امیر جاکو نے
آداب دربار کے مطابق تعظیم کرنے کے بعد یہ عرض کی کہ بہادروں کی ایک
جماعت پیچھے رہ گئی ہے۔ اور اس کے آنے تک توقف کرنا ضروری ہے
میں نے اسکی تجویز پر صاد کیا۔ مگر اپنے دلمیں خیال کیا کہ جب تک بہادر ہمراہی
آئیں میں خود اکیلا جاکر قلعہ ہی کو دیکھ آؤں۔ چنانچہ چالیس بہادر سوار ساتھ
لے کر قلعہ قرشی کیجانب گیا۔ قلعہ کا سواد نمایاں ہوتے ہی اپنے بہادروں کو ٹھیر
جانے کا حکم دیا۔ اور مبشر اور عبد اللہ کو جو میرے خانہ زاد غلام بچے تھے
اپنے ہمراہ لیا۔ اور آگے بڑھا۔ قلعہ کی خندق کے کنارہ پہنچ کر دیکھا کہ وہ پانی
سے بھری ہے۔ چاروں جانب نظر دوڑائی کہ گذر اور عبور کا کوئی راستہ ہو تو

معلوم کروں۔ میں نے دیکھا کہ خندق پر ایک ترناؤ[1] چوبین کے ذریعہ قلعہ کے اندر پانی جاتا ہے۔ پڑی ہے۔ میں نے گھوڑا مبشر کے حوالہ کیا اور اُسی ترناؤ پر ہوتا ہوا خندق سے عبور کر کے قلعہ کے خاک ریز پر پہنچ گیا۔ پھر قلعہ کے دروازہ پر پہونچا۔ اور دروازہ پر ہاتھ کی تھپکی مار کر معلوم کیا کہ دربان سب غافل سو رہے ہیں۔ اور دروازہ کو پشت دریچہ جب سے تیغہ کر دیا ہے۔ قلعہ کی دیوار کو ہر طرف گھوم پھر کر غور سے دیکھا اور وہ موقعہ جہاں سیڑھیاں اور زینے لگا کر اوپر چڑھنا ممکن تھا تجویز اور ملاحظہ کر کے واپس چلا آیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بہادروں کے پاس آ گیا۔

پسماندہ فوج سیڑھیاں وغیرہ لے کر آ پہنچی۔ تو سب نے مسلح ہو کر زینے اُٹھا لئے۔ اور میں قلعہ کی طرف بڑھا۔ ہم خندق کو ترناؤ ہی کے اوپر سے عبور کر گئے۔ اور زینے لگا کر قلعہ کی دیوار پر جا پہونچے۔ جس وقت چالیس دلیر اور جانباز آدمی قلعہ میں داخل ہو لئے تو میں نے بھی قلعہ میں قدم رکھا۔ اور قلعہ میں داخل ہو کر نائے ترکی اور بگل بجایا گیا۔ اور خدائے

---

[1] ترناؤ سے وہ نہری سیفن مراد ہے۔ جو کشتی کے طور پر دوسری نہر یا دریا میں سے گذاری جائے۔ تاکہ اس کے ذریعہ پانی دوسری طرف جا سکے۔

تعالےٰ کی مددسے میں نے قلعہ کو قبضہ میں کر لیا۔

امیر حسین یہ خبر پاکر اس فکر میں ہوا کہ دوستی اور شناسائی کے لباس میں میرے ساتھ چال کرے اور نردوغا کھیلے۔ اور مجھ کو گرفتار کرنے کا خواہاں ہوا۔ میں نے اس کے دام فریب سے بچنے کی یہ تجویز کی کہ جس وقت امیر حسین نے وہ مصحف شریف جس پر اُس نے قسم کھائی تھی کہ میرے ساتھ اُسکو دوستی اور قرابت داری کا خیال رکھنے کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہے۔ میرے پاس بھیجا۔ اور ساتھ ہی یہ پیام بھی دیا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میرے دل میں اسکے خلاف کوئی بات ہو۔ اور اگر میں اقرار کو توڑ کر تجھ سے کچھ سے کچھ بُرائی کروں تو یہی خدائے پاک کا مصحف مجھے پکڑلے اور سزا دے۔" میں چونکہ اُس کو مسلمان جانتا تھا۔ اس کی بات پر یقین کر لیا۔ اور اظہار مخالفت سے باز آ گیا۔

پھر اس کے چند دن بعد امیر حسین نے ایک آدمی بھیج کر مجھ کو پیام دیا کہ اگر ایسا ہو جائے کہ وہ اور میں دونوں تنگ (گھاٹی) چکچک میں باہم ملاقات کریں۔ اور سابقہ قول و قرار کی تجدید کر دیں تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ مگر اس کا دلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مکر و فریب سے مجھ کو گرفتار کرلے۔

اور میں جانتا تھا کہ اسکے قول و قرار پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے تاہم مصحف مجید کی تعظیم کے لئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے ملنے جاؤں گا۔ اور یہ تجویز کی کہ پہلے دلیر جوانمردوں کی ایک جماعت کو بھیج کر چکچک کی گھاٹی کے گرد پیش چھپا رہنے کی ہدایت کر دوں۔ اور پھر خود ایک دستہ فوج کے ساتھ جا کر امیر حسین سے ملوں۔

میں نے اپنے ان دوستوں کو جو امیر حسین کی خدمت میں رہتے تھے۔ پیام بھیجا کہ مجھ کو امیر حسین کے اصل ارادہ سے مطلع کریں۔ شیر بہرام جو کہ میرا دوست مخلص تھا۔ اس نے امیر حسین کا ارادہ مجھ سے کہلا بھیجا۔ اور امیر حسین نے اس افشائے راز کی تقصیر پر شیر بہرام کو قتل کرا دیا۔ پھر وہ ایک ہزار سواروں کو ساتھ لے کر مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے چلا۔ میں اسوقت گھاٹی کے سرے پر ٹھہرا ہوا تھا میں نے یہ خبر پائی تو فوراً اپنی فوجوں کو مرتب اور مدافعت کے لئے تیار کر لیا۔ اسی حالت میں امیر حسین کے لشکر کا ہراول دستہ آتا دکھائی دیا۔ اور دیدبان یعنی گرداوری کرنے والے سوار خبر لائے کہ یہ امیر حسین کی فوج ہے اور امیر حسین ابھی خود نہیں آیا۔ اس نے سن لیا ہے کہ امیر تنہا آیا ہے۔ اس لئے آپ کے گرفتار کرنے کو یہ فوج روانہ کی ہے۔ میں مقابلہ و مدافعت

کے لئے تیار ہو گیا۔

میرے پاس اسوقت کل دوسو سوار تھے۔ میں صبر کئے ٹھیرا رہا تا آنکہ امیر حسین کی فوج درہ کے اندر داخل ہو گئی۔ اب میں نے ان آدمیوں سے جن کو اپنے آنے سے قبل بھیجا تھا حکمدیا کہ وہ درہ کے دہانہ پر جم کر دشمنوں کی واپسی کا راستہ منقطع کر دیں۔ اور خود اون سے مقابلہ کر کے غنیم کو درہ کے اندر گھیر لیا اس طرح اکثر اون میں سے گرفتار کر لئے۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو اکٹھا اور مرتب کر کے قلعہ قرشی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس واقعہ میں مجھہ کو یہ تجربہ حاصل ہوا کہ دوست ہر جگہ کام آیا کرتا ہے۔ اور میں نے امیر حسین کو اس شعر کا مضمون ترکی زبان میں لکھ بھیجا۔

صبا بگوے باں یار دام مکر نہند ✦ کہ مکر باز نہ گردد کہ بہ مکر کنند

امیر حسین میرا یہ پیام پاکر شرمندہ اور پشیمان ہوا۔ اور معذرت کی مگر پھر میں اسکی باتوں پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اور نہ اس کے جال میں پھنسا۔

ملک توران کو گروہ اوزبک کے باقی ماندہ لوگوں سے جو لڑائی میں قتل ہونے سے بچ رہے تھے۔ پاک کرنے کے متعلق میں نے یہ تجویز کی کہ جس وقت جتہ کے لشکر اور الیاس خواجہ کو ملک ماوراء النہر سے نکال باہر اور دریائے خجند

کے اس پار بھگا کر پہنچا چکا۔ تو یہ دیکھ کر کہ ابھی اوزبکوں کی بعض فوجیں ماوراء النہر کے قلعوں میں جمی بیٹھی ہیں۔ ان کے نکالنے کے درپے ہوا۔ ارادہ تھا کہ ان کے نکالنے پر فوجیں متعین کروں۔ لیکن دل میں یہ خطرہ گذرا کہ ایسا نہ ہو۔ فوجکشی سے کام طوالت پکڑ جائے۔ اسلئے یہ قصد موقوف رکھا۔ اسی اثنا میں میرے پاس یہ خبر آئی کہ اوزبک لوگ قلعوں میں جاگزیں ہو گئے ہیں۔ مجھے یہ صلاح سوجھی کہ فوج کا تو اون پر متعین کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی تدبیر و حیلہ کرنا لازم ہے۔ فوراً الیاس خواجہ کی طرف سے ایک فرمان لکھ کر ایک اوزبک کے حوالہ کیا۔ اور اسکے ہمراہ تھوڑی سی فوج بھی کر دی۔ فوج کو حکم دیا تھا کہ خوب گرد و غبار اڑا کر اور اپنی نمائش کرتے ہوئے جانا۔ قلعہ بند اوزبکوں کو الیاس خواجہ کا فرمان طلبی پہنچا۔ اور اسی کے ساتھ انہوں نے میری فوجوں کے آنے کا گرد و غبار بھی دیکھا۔ وہ راتوں ہی رات قلعوں کو خالی کر کے نکل گئے۔ اور یوں ماوراء النہر کے ملک کا میدان اُن ظالموں کے وجود سے بالکل پاک ہو گیا جنہوں نے میرے قتل کرنے کا قصد کر رکھا تھا اور یہ ملک بالکل میرے قبضہ میں آگیا۔

میں نے قرابت داری کا پاس کر کے بلخ کا صوبہ اور حصار شادمان

کا علاقہ امیر حسین کو بخش دیا تھا۔ لیکن اُس نے میری احسان و مروت کی قدر نہ کی۔ اور میری بیخ کنی کے پھر درپے ہوا۔ تب میں نے اوسکے استیصال کے لیے حسب ذیل تجویز کی۔

جس وقت امیر حسین نے میری فتح و کامیابی کے آثار مشاہدہ کیئے اور دیکھا کہ اب بے غل و غش مملکت ماوراء النہر پر قابض و دخیل ہوگیا ہوں اوسکی رگ حسد بھڑکی۔ اور اُس نے مجھ کو اپنی بہن کو جو میری بیوی تھی کئی قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔ بلکہ ستا ستا کر تنگ کر دیا۔ اور ماوراء النہر کا ملک مجھ سے چھین لینے پر تُل بیٹھا۔ میرے قتل کا خواہاں ہوا۔ اور کئی مرتبہ مجھ سے معرکہ آرائیاں بھی کیں۔ لیکن ہر ایک دفعہ اس کو شکست ملتی رہی اور وہ ناکامی سے ہمکنار ہوتا رہا۔

پس جب اوسکی بے اعتدالی اور بے انصافی حد سے افراط کو پہنچ گئی۔ اور قریب تھا کہ وہ مجھ پر غالب آکر مجھ کو بالکل اُکھاڑ ہی پھینکے اُس وقت اوس کے ماتحت [illegible] لوگیوں سے جو وہ اون لوگوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ برگشتہ ہوگئے۔ امیر حسین نے امیر کیخسرو حکمران صوبہ ختلان کے بھائی کو بلاکر بلا وجہ بے گناہ قتل کر دیا۔ جسکی وجہ سے کیخسرو

صوبہ ختلان میں اُس سے بگڑ کر باغی ہو گیا۔ اوس کے دیگر سرداران
ماتحت بھی دل میں اُس سے دشمنی اور خلاف رکھتے تھے۔ مگر امیر حسین اوسکو
دوست اور مخلص خیال کرتا تھا۔ آخر وہ میرے دفع کرنے کا ارادہ کرکے
ملک بلخ سے نکلنے کا عازم ہوا۔ اور لین ڈوری روانہ کردی۔ جب مجھے یہ خبر
ملی تو میں نے اپنا قاعدہ اسی صورت میں چلتا دیکھا کہ جب تک امیر حسین قصد بہ
جنگ روانہ ہو میں اس سے قبل ہی خود اُس کے سر پر پہنچ جاؤں۔ چنانچہ
میرے پاس جتنے آدمی موجود تھے انہیں کو ساتھ لے کر بلخ کو روانہ ہو گیا
راستے میں زبردست فوجیں آآ کر مجھ سے ملتی گئیں۔ اور میں نے سرزمین
بلخ کے اطراف میں پہنچ کر کیمپ لگا دیا۔

امیر حسین میرے مقابلہ میں جنگ کرنے کی غرض سے نکلا۔ مگر وہ کچھ
بھی نہ کر سکا۔ ہزیمت اٹھائی اور قلعہ میں محصور ہو کر مدافعت کی تیاری
کرنے لگا۔ پھر اوسپر جو گذرنا تھا گذر گیا۔

جن لوگوں نے میرے ساتھ برائیاں کی تھیں اور اِس لیے اب وہ
مجھ سے اندیشہ مند تھے۔ اپنی بدسلوکیوں کا خیال کرکے دل میں ڈرتے
تھے۔ کہ میں ان کو ضرور گردن زدنی قرار دوں گا۔ میں نے ان کو مطیع اور

موافق بنانے کی تدبیر یہ کی کہ۔

امیر حسین میرے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ تو اسکے ماتحت سرداروں اور نوکروں کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں ان کو بھی ضرور قتل کر دوں گا بیشک مجھ کو بھی انکے قتل ہی کرنے کا خیال تھا لیکن چونکہ وہ سپاہی تھے مصلحت یہی نظر آئی کہ ان کے دل اپنے ہاتھ میں لا کر ان سے سپہ گری کے کام لوں اور اپنی قوت بڑھاؤں۔ امیر حسین کا سپہ سالار اعظم جو کہ بدخشانات میں حکمراں تھا کئی مرتبہ میرے مقابلہ میں آکر جنگ و پیکار کر چکا تھا۔ اس نے سنا کہ امیر حسین قتل کر دیا گیا ہے۔ تو میری سزا دہی سے خوف کھا کر اپنی جمعیت تیار کرنے لگا۔ اب اگر میں اسکے پکڑنے کیلئے لشکر مقرر کرتا تھا تو یہ مناسب نہ تھا۔ اسلئے میں نے اسکے بارہ میں جان بوجھ کر انجان بننے سے کام لیا۔ اور اس کو گویا فراموش ہی کر ڈالا۔ مگر تجویز یہ کی کہ درباروں اور مجلسوں میں اسکی شجاعت و مردانگی کی تعریف کیا کرتا تھا اور دوسرے لوگوں نے وہ سب حالات اس کو لکھے۔ اور تحریر کیا کہ امیر تجھ پر مہربان ہے۔ یہ سن کر اس نے مجھے عرضداشت بھیجی اور میری مہربانی اور عنایت پر بھروسہ کر کے میرے زیر سایہ آگیا۔

پایۂ تخت خراسان کو تسخیر کرنے کی تجویز میں نے یہ کی کہ بلخ ، حصار شادمان
اور بدخشانات کے ممالک پر قابض و دخیل ہوکر امیر حسین کو قتل کر چکا تو
خراسان کے حکمراں امیر غیاث الدین کو یہ خبر سُن کر لرزہ چڑھ آیا۔ اور
وہ دہشت کی وجہ سے فوجیں اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اسکا
ارادہ تھا کہ اپنے تئیں مضبوط بنالے۔ میں نے اپنی مصلحت اس تجویز میں
پائی کہ خراسانیوں کو بھلا وادوں۔ اور اسلئے میں نے سمرقند کی طرف
کوچ کر دیا۔ مگر اس کے بعد میرے پاس اسکا خط آیا۔ اور اسمیں لکھا تھا۔ کہ
ملک غیاث الدین ستمگاری اور ظلم و جور میں مشغول ہے۔ ملک غیاث
الدین میرے سمرقند کو روانہ ہونے کا حال سُنکر مطمئن ہو بیٹھا تھا۔ اور پیر صاحب
کی تحریر مجھے اسپر حملہ آور ہونے کی محرک ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس
وقت اہل خراسان میری طرف سے بیفکر اور مطمئن ہیں۔ اور یہی موقعہ ہے
کہ میں ان پر حملہ کردوں۔ بس یہ تجویز کرتے ہی بلخ کے اطراف سے پلٹ
کر اس لشکر کو اپنے ساتھ لیا جس کو بلخ میں چھوڑا تھا۔ اور یلغار کرتا ہوا
ہرات میں پہنچ گیا۔ میں نے ملک غیاث الدین کو غفلت میں آدبوچا۔
تو وہ مجبور اور بے بس ہو کر شہر سے نکل آیا اور اپنی سلطنت کے تمام

امیروں نے میری اطاعت کرلی۔

سیستان۔ قندھار اور افغانستان کی فتح کی تدبیر مملکت خراسان پر قابض ہو چکنے کے بعد میرے سرداران سپاہ نے رائے دی کہ اب سیستان قندھار اور افغانستان کے ممالک پر بھی بغرض تسخیر فوجیں متعین کرنی چاہئیں میں نے اُن کو جواب دیا۔ کہ فوجوں سے کام نہ چلا تو ناچار خود مجھے کو اسطرف جانا پڑے گا۔ اور اسوقت مجھکو بہت سے کام درپیش ہیں۔ کسی جدید فتح پر توجہ کرنے کی فرصت کہاں۔ مگر مصلحت اور تدبیر یہ نظر آئی۔ کہ ان ملکوں کے حکمرانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے آمیز فرمانات تحریر کروں جنکا مضمون یہ ہو کہ:- اگر مجھ سے موافقت اور دوستی کروگے تو کامیاب ہوگے ورنہ مخالفت اور دشمنی کرنے پر تباہی کا منہ دیکھوگے۔ آگے تمہاری مرضی! یہ تدبیر تقدیر کے موافق تھی۔ میرے فرمانات پہنچتے ہی ان حکمرانوں نے اطاعت قبول کرلی۔ اور میں بغیر کسی خونریزی اور جنگ کے ان ملکوں کا شاہنشاہ بن گیا۔

آروس خاں کے استیصال اور دشت قبچاق کے تسخیر کی تدبیر۔ آتمش بداخان۔ نے اروس خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر میرے دامن

دولت میں پناہ لی۔ تو میں نے یہ رائے قرار دی کہ اب دو باتوں میں سے ایک
کرنا ہی چاہیئے۔ یا تو تقتمش بداخاں کو فوجی کمک دیکر اروس خاں پر حملہ کرنے کو
روانہ کروں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ اروس خاں کا قاصد میرے پاس آگیا۔ اب
میں نے یہ تجویز سوچی کہ اسکے ایلچی کی دلدہی کر کے اُسے رخصت کردوں۔ اور دشت
کا راستہ بند کرنے کے بعد ایلچی کے پیچھے ہی پیچھے ایک فوج روانہ کروں
تاکہ جس دن ایلچی اروس خاں کے دربار میں باطمینان داخل ہو چکے اس کے
دوسرے ہی دن میری فوج اُسکے سر پر جا پڑے اور حملہ کردے۔

میرا ایسا کرنا درست آیا۔ تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی۔ اور ابھی قاصد
واپس جاکر اروس خاں سے میرے دربار کے حالات بیان ہی کر رہا تھا کہ میری
زبردست فوجیں بلائے ناگہانی کیطرح اروس خاں پر حملہ آور ہوئیں۔ اور وہ
مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گیا یوں دشت قبچاق پر میرا تسلط ہو گیا۔

گیلان۔ جرجان۔ مازندران۔ آذربائیجان۔ شروان۔ فارس۔ اور عراق
کے ممالک کی تسخیر کے لئے میں نے یہ تجویز کی کہ جس وقت اہل عراق کی دزدیوں
آل مظفر اور ملوک الطوائف کے مظالم کی شکایتیں برابر مجھے ملیں۔ میں نے
عراق پر لشکر کشی کا سامان فوراً کر دیا۔ مگر اسی وقت مجھے یہ خیال آیا کہ اگر

ان ملکوں کے شاہ اور حکمراں باہم متفق و متحد ہو کر مجھ سے مقابلہ کرنے آئیں گے تو لڑائی کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور کافی تیاری کے ساتھ چلنا مناسب ہے۔ میرے امیروں نے بھی یہی صلاح دی کہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر کوچ کرنا مناسب ہے لیکن میں نے اپنے دل میں یہ سوچ لیا تھا کہ میں اُن حکمرانوں میں سے ایک ایک کو الگ الگ اپنا مطیع و زیر فرمان بناؤں گا۔ اور جو بادشاہ میری اطاعت سے سرتابی کرے اُسی کو سزا دوں گا۔

ممالک مذکورہ بالا کے اُمراء میں سے سب سے پہلے امیر علی حاکم مازندراں میرے سایۂ دولت میں پناہ لایا۔ اوس نے تحائف و نذرانہ بھیج کر ایک خط لکھا۔ اسمیں تحریر تھا: "ہم لوگ جو کہ اولاد علیؓ کی ایک جماعت ہیں۔ اس سرزمین پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اگر تم ہم سے چھین لو۔ تو تمہاری قدرت اُس سے بڑھ کر ہے۔ اور معاف کر دو تو یہ بات خدا ترسی کے زیادہ قریب ہے۔" میں نے حاکم مازندراں کے اپنی طرف رجوع لانے کو فال نیک شمار کیا۔ اور اس سے درگذر کر کے گیلان اور جرجان کی ولایتوں کا عزم کیا۔ مگر چونکہ ان ملکوں کے حاکم میری طرف رجوع نہیں لائے۔ اسواسطے زبردست فوجیں اون پر متعین کرتا ہوا خود عراق پر حملہ کرنے چلا گیا۔

میں نے اصفہان کو مسخر کرلیا۔ اور اہل اصفہان پر اعتماد کرکے قلعہ انہیں کے حوالہ کردیا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے باغی ہوکر اس داروغہ کو جسے میں اُن پر متقرر کرآیا تھا معہ تین ہزار سپاہیوں کے قتل کرڈالا۔ اور اس بات سے برہم ہوکر میں نے بھی اہل اصفہان کے قتل کا عام حکم دیدیا۔

ملک فارس کے پایۂ تخت اور عراق کے باقی ماندہ حصّے کو مسخر کرنے کی تجویز میں نے یہ کی کہ جب شیراز کو آل مظفر کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اصفہان میں اپنے تین ہزار آدمی بغرض حفاظت چھوڑ کے خود تغتمش خاں کی سرکوبی کے واسطے دشت قبچاق کی طرف لشکرکشی کی تو اہل اصفہان نے میرے داروغہ کو قتل کرڈالا۔ اور شیراز والوں نے بھی دائرہ اطاعت سے قدم باہر نکال دیا۔ اسلئے میں نے از سر نو عراق پر فوجکشی کی۔ اور اسی ہزار سوار تیار کرکے اون پر حملہ آور ہونا چاہا۔ پھر سوچا کہ اگر اتنا بھاری لشکر ایک ہی مرتبہ عراق میں داخل کردوں گا تو اسکی سمائی بھی نہ ہوسکے گی۔ لہذا فوج کے مختلف ٹکڑے کرڈالے اور ایک ایک کالم کو پیہم ملک عراق پر حملہ کرنے کا حکم دیا میں نے کل لشکر کے تین حصّے کئے۔ اور اون کو اپنے روانہ ہونے سے قبل بھیجا۔ عراق میں جس قدر متفرق لشکر جمع ہورہے تھے۔ وہ میری فوج

کے پہونچتے ہی پراگندہ ہو گئے۔ اور میں نے شیراز پر حملہ کیا۔ شاہ منصور حکمراں شیراز میرے مقابلہ میں آیا اور اپنی سزا کو پہنچا۔

تقمتش خاں کو شکست دینے کی تدبیر میں نے یہ کی کہ میرے اہل سپاہ پانچ ماہ تک دشت قبچاق میں تقمتش خاں کا تعاقب کرنے میں پھنسے رہے۔ اور اس قدر عرصہ تک آمادۂ جنگ رہنے کے سبب سے سامان رسد ختم ہو چلا تھا تمام لشکر میں قحط اور تنگی پھیل گئی تھی۔ چند دن تو جواری کی روٹیاں۔ شکار کے گوشت اور جنگلی چڑیوں کے انڈوں ہی پر گذارہ کیا گیا۔ تقمتش خاں نے میرے لشکر کا یہ حال سنا تو وہ سمجھا کہ بس یہی موقع ہے اور مدد و ملخ سے بھی بڑھ کر زیادہ لشکر لئے ہوئے میرے مقابلہ میں آموجود ہوا۔ میرے سپاہی فاقوں کے مارے اور بھوک کے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور تقمتش خاں کا لشکر آسودہ اور ترو تازہ تھا۔ میرے ماتحت سردار اور امیر جنگ سے دل چراتے تھے۔ تا آنکہ میرے بیٹوں اور شہزادہ بنائر (ولی عہد) نے میرے روبرو آکر آداب دربار کے مطابق تعظیم کی رسم ادا کی اور جانبازی کا عہد کیا۔

اتفاق سے اسی وقت تقمتش خاں کے نشان بردار سپاہ نے بھی مجھ سے سازش کرلی۔ اور میں نے یہ رائے قرار دی کہ لڑنا ضروری ہے۔ مگر جب میں

معرکۂ کارزار گرم کرد۔ اس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ شروع ہوتے ہی تقتمش خاں کا نشان بردار فوج نشان کو گرا دے۔ پھر میرے لشکر کے سرداروں اور امیران عظام کو فرزندان کے عہد جاں نثاری کرنے کی خبر ملی۔ تو وہ بھی قوی دل ہو کر جنگ پر آمادہ اور مستعد ہو گئے۔ میں نے امیرزادہ ابابکر کو آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ فوج ہراول مقرر کیا۔ اور جنگ و پیکار کی آگ روشن ہونے ہی حکم دیدیا کہ خیمے نصب کر کے کھانا پکانا شروع کردیں۔ جنگ آغاز ہوئے کچھ دیر نہیں گذری تھی۔ کہ تقتمش خاں کی فوج کا علم سرنگوں ہو گیا۔ اور تقتمش خاں باحال تباہ جوجی فیل کے گروہ کو بالکل برباد کر کے منہزم ہوا اور میدان سے بھاگ نکلا۔

دارالسلام بغداد اور عراق عرب کے مسخر بنانے کی تجویز میں نے عراق عجم اور فارس کو پوری طرح مسخر بنا لیا۔ تو اسکے بعد ہی میرے پیر قطب الاقطاب کا والا نامہ صادر ہوا کہ عراق عرب و عجم دونوں کے حکمراں مطلق (خدا سے مراد ہے) نے عراق کا سارا ملک تجھی کو بخش دیا ہے۔ اس سے اشارہ تھا کہ اب عراق عرب پر بھی فاتحانہ حملہ کر۔

بغداد کے فتح کرنے کی تجویز میں نے یوں کی کہ پہلے سلطان احمد

جلائر کے پاس ایلچی روانہ کیا۔ تاکہ وہ والئی بغداد سلطان کی معاش شجاعت اور تعداد لشکر کے حالات معلوم کر آئے۔ ایلچی نے بغداد سے واپس آکر بیان کیا کہ سلطان احمد محض ایک پارہ گوشت اور معمولی آدمی ہے اُس کے دو ہی آنکھیں ہیں۔ یعنی دوربین اور انجام اندیش نہیں۔ اس بات کو سُن کر میں نے تائید ایزدی پر بھروسہ کیا اور ایلغار کناں نہایت عُجلت کے ساتھ بغداد پُہنچ گیا۔ میرے آتے ہی سلطان احمد جلائر بھاگ نکلا۔ اور کربلا کی طرف چلا گیا۔ دارالسلام بغداد میرے قبضہ میں آگیا۔

تقتمش خان کے استیصال کی تدبیر میں نے یوں کی کہ جب تقتمش خاں جوجی خاں کی جماعت کو تباہ کرا کے اور منہزم ہو کر بھاگ گیا تھا اس کے بعد اس نے موقعہ پاتے ہی بھاری فوجیں جمع کیں۔ اور دربند و شیروان کے راستوں سے صوبۂ آذربائیجان پر لشکر کشی کر کے فتنۂ و فساد آغاز کر دیا۔ چونکہ اب میں عراق عجم اور عراق عرب دونوں ملکوں کو مسخر کر چکا تھا۔ اس لئے تقتمش خاں کی بیخ کنی اور اُسے قطعی طور پر برباد کرنے کے متعلق مصلحت یہ دیکھی کہ کثیر و بیشمار سپاہ کے ساتھ دربند ہی کے

راستہ سے دشت قبچاق میں داخل ہوں۔ میں نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور ادن کا سامان دیکھا۔ میری سپاہ کے وسیتے چار فرسنگ کی مسافت تک صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اس بات کا مشاہدہ کرکے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور دریائے تیمور سے عبور کرکے دشت قبچاق میں رہنے والے قبائل اور جرگوں کو فرمانات بھیجے۔ ان میں تحریر تھا کہ اگر میری اطاعت مانو گے تو فائدہ میں رہو گے۔ اور مجھسے مقابلہ کرو گے تو برباد جاؤ گے۔

میں ۷۹۰ھ میں دشت قبچاق کے اندر داخل ہوا اور اسکی شمالی سرحد کے انتہائی کنارہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اس حملہ میں میں نے جوجی کے قبیلہ و جرگہ کو جو میری مخالفت کرتا رہتا تھا بالکل غارت اور تباہ کر ڈالا۔ اور اقلیم ہائے پنجم اور ششم کے صوبوں۔ قبائل اور قلعوں کو اپنا مطیع بناکر کامیاب و فتح مند واپس آیا۔

تسخیر ہندوستان کی تجویز:۔ ہندوستان پر علم فتح و ظفر بلند کرنے کے قبل میں نے فرزندوں اور امیران سپاہ سے مزاج دانی کے طور پر صلاح لی۔ امیرزادہ پیر محمد جہانگیر نے کہا کہ جب ہم مملکت ہند کو فتح کر لیں گے۔ تو وہاں کے مال و زر سے عالمگیر ہو جانا ممکن ہے۔ امیرزادہ

محمد سلطان نے رائے دی کہ ہم ہندوستان کو فتح تو کر لیں گے لیکن اس
ملک کے بہت سے مستحکم قلعے ہیں۔ اول تو اسمیں بہت سے دریا ہیں پھر جنگل اور میدان
اور سردم مسلح سپاہ اور آدمیوں کو شکار کرنے والے تربیت یافتہ جنگی ہاتھی
ان چیزوں سے عہدہ برآ ہونے کا سامان کر لینا واجب ہے۔ امیرزادہ سلطان
حسین نے کہا کہ جب ہم مملکت ہندوستان لے لینگے۔ اسوقت آباد دنیا کے
ایک چوتھائی حصہ پہ حکمراں بنجائیں گے۔ امیرزادہ شاہرخ نے یہ جواب
دیا کہ اس نے ترک کے قوانین میں مطالعہ کیا ہے کہ دنیا میں پانچ بادشاہ
نہایت عظیم الشان ہیں۔ اور ان کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عزت و حرمت
کی وجہ سے لوگ ان کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ خاص القاب سے یاد کرتے ہیں
بادشاہ ہندوستان کو رائے کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو قیصر۔ ختا اور
چین و ماچین کے فرمانروا کو فغفور۔ ترکستان کے جہاندار کو خاقان۔ اور
ایران و توران کے اورنگ نشین کو [illegible] کہتے ہیں۔ اور یہ بھی
معلوم ہوا ہے کہ شاہنشاہ کا حکم [illegible] پر جاری رہا
ہے۔ اس لئے کہ ایران و توران کا [illegible] قبضہ میں آگیا ہے۔ پس
لازم اور واجب ہے کہ ہندوستان کو بھی فتح و مسخر بنائیں۔ غرضکہ فرزندان

والاقدر کی تو یہ رائے ہوئی کہ ملک ہندوستان کی تسخیر ضروری ہے۔ اور اسکا سامان مکمّل کر کے چلنا ہوگا۔

اور دیگر سرداران سپاہ و سران لشکر نے یہ کہا کہ گو ہم ملک ہندوستان کو فتح کر لیں گے۔ لیکن اگر ہم نے وہاں قیام اور سکونت اختیار کی تو ہماری نسل برباد جائے گی۔ اور ہمارے بیٹے پوتے اپنی قومی ترکیب سے خارج ہو کر ہندی نژاد اور ہندی زبان ہو جائیں گے" اور میں نے دیکھا کہ یہ لوگ عزم تسخیر ہندوستان میں مذبذب ہیں۔ مگر چونکہ میں نے اس بات کو دل میں ٹھان لیا تھا کہ ضرور ہندوستان کو فتح کروں گا اس لئے اپنے ارادہ کو ترک کرنا چاہا اور امیران سپاہ کو جواب دیا۔ کہ میں خدائے تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر قرآن شریف میں جنگ کی فال نکالتا ہوں۔ پھر تو جو خدا کا حکم ہوگا۔ اسی پر عمل کروں گا۔ اور یہ بات سبھوں نے مان لی۔ میں نے قرآن مجید میں فال نکالی۔ اور آیتہ کریمہ برآمد ہوئی۔ "یا ایھا النبی جاہد الکفار و المنفقین" علماء دربار نے اس آیت شریفہ کا مضمون سرداران سپاہ کو سمجھایا۔ تو وہ سب سر جھکا کر چپ ہو گئے۔ اور میں ان کی خاموشی سے رنجیدہ خاطر ہو گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ جو سرداران سپاہ تسخیر ہندوستان

پر راضی نہیں ہوتے ہیں اون کو سرداری کے مرتبہ سے الگ کردوں۔ اور اُنکی
فوجوں اور جماعتوں کو ماتحت افسروں کے حوالہ کردوں یا بے افسر کے اپنے تحت
میں رکھوں۔ مگر چونکہ وہ میری ہی دست پروردہ تھے میں نے ان کو برباد کرنا نہ
چاہا۔ اور اُن سے نرمی اور لطف کے ساتھ پیش آیا۔ اگرچہ اون لوگوں نے
مجھ کو بہت رنجیدہ اور برہم کیا تھا۔ لیکن جب وہ آخر میں میرے ہم خیال
ہوگئے تو میں نے بھی اونکی اس لغزش سے درگذر کی۔ اور اونکی بے حوصلگی کا
خیال اپنے دلسے نکال ڈالا۔

اب دوبارہ قرارداد اور مشورہ کرکے چلنے کی صلاح ٹھہرالی۔ تو پیش خانہ
اقبال ہندوستان کی سمت روانگی کے لئے نکالا گیا۔ اور میں نے فاتحہ فتح پڑھا
ہندوستان کے پایۂ تخت پر اپنے لشکروں کے متعین کرنے کی تجویز میں نے
اس طور پر کی کہ امیرزادہ پیر محمد جہانگیر کو چونتیس ہزار سواروں کے ساتھ کابل
میں حکمراں تھا حکم دیا۔ کہ وہ کوہ سلیمان کے راستہ سے ہندوستان میں جائے
اور دریائے سندھ کو عبور کرکے صوبۂ ملتان پر حملہ اور اُس کو فتح کرے امیر
زادہ مذکور لشکر جرانغار[1] کا سپہ سالار تھا۔

سُلطان محمد خاں امیرزادہ رستم اور دیگر کئی امیروں کو تیس ہزار سوار ان

[1] - الہلالی دست راست۔

برادگان کے ساتھ حکم کیا کہ وہ دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد کوہ کشمیر کے دامن سے صوبہ لاہور پر حملہ کرنے کو بڑھیں۔ اور خود میں تین ہزار سواروں کے ساتھ بعزم جنگ و فتح ہندوستان روانہ ہوا۔ چونکہ میرے لشکر کی مجموعی تعداد ۹۲ ہزار سواروں کی تھی۔ اور یہ عدد نام پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد بحساب جمل کے ساتھ بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس لئے میں نے اس کو نیک اور مبارک فال تصور کیا۔ غرضکہ میں سوار ہو کر سرحد بدخشاں کے موضع اندراب میں خیمہ زن ہوا اور وہاں پر کوہستان کتور کے کافروں کی گوشمالی کر کے اونھیں سیدھا بنایا۔ اور پھر دارالحرب ہندوستان کے راستہ میں اوغانیوں کی شریر جماعت جو سدراہ اور موجب زحمت تھی۔ اون کو رام اور ہموار کرنے کی میں نے یہ تجویز کی کہ جس وقت بعض اوغانیوں کا ارادہ ہندوستان میں راہ زنی کرنے اور آئندہ و روند کو چھیڑنے کا میں نے سن پایا۔ اور معلوم کیا کہ خاص کر موسیٰ خاں اوغان جو کہ قبیلہ کرکس کا سردار کلاں ہے اور اُس نے امیرزادہ پیر محمد کے مقرر کردہ لشکر شاہ اوغان پر جو کہ میرا چاکر اور دہوا خواہ تھا اور قلعہ ایلاب کی محافظت کر رہا تھا حملہ کر دیا ہے۔ اور اُسکو قتل کر کے تمام ساز و سامان جو کچھ بھی قلعہ میں موجود تھا بادشاہ لوٹ لے گیا ہے نیز اسی وقت لشکر شاہ مقتول کا بھائی

ے سیاہ دست چیپ

اور میں نے ایک سال کے اندر ہی ہندوستان کے دارالملک کو فتح کر کے اسی سال کے آخری ایام میں اپنے دارالسلطنت کو واپس بھی آ گیا۔

ممالک گرجستان کے فتح کرنے کی تدبیر:۔ ہندوستان سے منظفر و منصور واپس آ کر میں ابھی اس سفر دور دراز کی تھکن بھی دور نہ کر سکا تھا کہ اتنے ہی میں سرحدین کے حاکموں کی عرضیاں مجھے ملیں۔ اُنہوں نے لکھا تھا کہ گرجستان کے کافر اپنی حد سے باہر قدم رکھتے ہیں۔ اور میرے ممالک پر دست درازی کر رہے ہیں۔ مجھے تو ہمیشہ فکر ہی یہی رہتی تھی۔ کہ بادشاہوں کے لئے جنگ۔ اور پھر وہ بھی شریر قوموں کے ساتھ۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اور ملک گیری و جہاں ستانی ہی ان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ اب جو بے ایمان گرجستان کی سرکشی اور شرارت کی خبر ملی۔ مجھے بھی بہتر نظر آیا کہ جلد ہی ان کو رفع دفع کرنا ضروری ہے۔ ورنہ تاخیر کرنے اور ڈھیل ڈالنے میں احتمال ہے۔ کہ کہیں ممالک مقبوضہ کے مفسد بھی شورش نہ برپا کر دیں پس عجلت سے کام لیا۔ اور ہندوستان کے حملے سے جو سپاہی واپس آ رہے تھے ان کو یہ اختیار دیدیا کہ چاہیں تو جنگ پر چلیں۔ یا آرام و استراحت کے لئے اپنے گھروں میں رہیں۔ خراسان، قندہار، سیستان، کرمان،

گیلان ۔ مازندراں اور فارس کے لشکروں کے نام پروانے صادر کئے کہ
وہ مستعد جنگ ہو کر اصفہان کے اطراف میں لشکر ظفر پیکر سے آملیں۔
میں نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک ملک کے شوریدہ سر اور زبردست لوگوں کو منتشر
اور متفرق کردوں۔ تاکہ میری غیبت میں وہ کسی قسم کا فتنہ و فساد نہ کر سکیں
چنانچہ خراسان و فارس کے بعض زبردست سرغناؤں کو ملک توران
میں بھیجدیا۔ اور خراسان و فارس کی مملکت کو ان کی مخالفت کے اندیشہ
سے پاک بنا لیا۔ پھر کمر ہمت چست کر کے گرجستان کے قلعوں کی تسخیر پر
متوجہ ہو گیا۔ میں ہر امر میں اس رائے پر عمل کرتا جس کو سپاہی بھی پسند
کرتے تھے۔ خود فولادی سر پر زرہ داؤدی جسم میں شمشیر مصری کمر پر پہن
اور لگا کر جنگجوئی اور معرکہ آرائی کے تخت پر بیٹھا۔ اور توران کے
دلیروں۔ خراسان کے بہادروں۔ اور مازندراں و گیلان کے جوانمردوں
کو صلائے جنگ و صید افگنی دشمن دے کر سیواس اور گرجستان
کے قلعوں کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ خلقی مفسدوں کی جماعتیں ان قلعوں
میں رہتی تھیں سب کی قطعی بیخکنی کر دی۔ اور ان قلعوں سے جس قدر مال
ملا ان کو ظفر مند سپاہ پر تقسیم کر دیا۔ اسی سلسلہ میں آذربائجان کے

مفسدوں اور اوباشوں کی بھی گوشمالی کی۔ اور اس کے بعد ملطیہ کی قلعوں کو فتح کرنے چلا گیا۔

ملطیہ کے قلعوں اور علاقہ کی تسخیر سے مطمئن اور فارغ ہو کر لگے ہاتھوں حلب اور حمص کی ولایتوں کو بھی مسخر کرنے کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور یہ صوبے تھوڑی سی توجہ ہی میں فتح کر لئے گئے۔ زاں بعد مصر و شام کے ملکوں پر عزم نو جلکشی کیا اور انکی تسخیر کے ارادہ سے چلا۔

تدبیر تسخیر مصر و شام:۔ قیصر روم نے یہ سُنا کہ میں نے سیواس اور ملطیہ اور ان کے ماتحت مقامات کے قلعوں کو فتح و تسخیر کر لیا ہے۔ اور اس کے جتنے لشکر اس قلعوں میں تھے سب متفرق اور منتشر بنا ڈالا ہے۔ تو قیصر کی غیرت کو جوش آیا۔ اور وہ قرا یوسف ترکمان کے اغوا سے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔ قرا یوسف ترکمان میرے لشکر کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور قیصر روم کی پناہ میں چلا گیا تھا۔ اسی نے قیصر کو میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار و اغوا کیا۔

قیصر کی شامت اور بربادی کا وقت تو آہی گیا تھا قرا یوسف کی ترغیب ایک بہانہ ہو گئی۔ اور اُس نے زبردست جمعیت کے ساتھ میرے

مقابلہ کے لئے فوجکشی کی۔ قیصر نے اس حملہ میں مصر و شام کے ممالک کی فوجوں
کو بھی اپنی مدد کیلئے طلب کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں بھی اپنے لشکر کے تین حصے
کر ڈالوں تو بہتر ہے۔ رہ گئی فتح و شکست یہ دونوں باتیں پردہ تقدیر میں مخفی
ہیں۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ کامیابی کس کے حصہ میں آئیگی۔ اور کون ناکامی
کا منہ دیکھیگا۔ میں نے اپنے سپہ سالاران افواج سے جنگ کے بارہ میں مشورہ
کیا۔ تو انہوں نے سپاہیوں کی سی رائے دی۔ اور لڑائی کو کہا۔ انکی رائے
تھی کہ خود ہی جنگ کی ابتدا کرنی چاہیئے۔ مگر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ تو
اس نے یہ تجویز بتائی کہ قیصر کی آگ اور اسکے جوش وخروش کو نرمی و گرمی
کے ساتھ بجھاؤں۔ اسلئے میں نے قیصر کو ایک خط لکھا جس کے مضمون کا
خلاصہ یہ تھا۔

"اس خدائے زمین و آسمان کا شکر ہے جس نے ہفت اقلیم کے اکثر ملکوں
کو میرے زیر فرمان بنا دیا ہے۔ اور بادشاہوں اور حکمرانوں نے اسی
عنایت و رحمت سے میری اطاعت کا حلقہ اپنے دل و جان میں ڈالا ہے
جو بندہ اپنی حد کو پہچان کر پھر اپنی حد کے دائرہ سے باہر دلیری کا قدم
نہ رکھے اسپر خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ یہ تو تمام دنیا کو معلوم ہے کہ تیرا نسب

اور تعلق کہاں جاکر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے تیرے مناسب حال یہی ہے کہ جرأت دبیباکی کا قدم نہ بڑھائے۔ اور اپنی تئیں بیٹھے بٹھائے آفت و مصیبت کے بھنور میں نہ پھنسائے۔ بدبختوں اور دولت کے راندے گئے لوگوں کی ایک جماعت کے بہکانے سے جو اپنی اغراض حاصل کرنے کیلئے تیرے دامن میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔ اور سوئی بھڑوں کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فریب میں نہ آؤ اور فتنہ و بربادی کا دروازہ اپنے روبرو نہ کھولو۔ تمہیں چاہیئے کہ قرا یوسف کو خود میرے پاس ارسال کردو۔ ورنہ پردۂ تقدیر میں جو کچھ مخفی ہے۔ وہ دونوں لشکروں کے مقابلہ میں آنے کے بعد تم پر آپ ہی کھلجائے گا۔"

یہ خط تجربہ کار ایلچیوں کے ہاتھوں قیصر کو بھیجا اور جب تک ادھر سے کوئی جواب آئے۔ اس عرصہ میں اپنی مصلحت اور بہتری اسی بات میں دیکھی کہ ملک شام کے پایۂ تخت پر حملہ کردوں۔ چنانچہ میں حلب اور حمص کے راستہ سے روانہ ہوگیا۔ حلب میں پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ ملک فرج بن ملک برقوق میرے آنے کی خبر پاکر مصر سے دمشق کو آرہا ہے۔ میں نے اسباب کا علم ہوتے ہی عجلت کے ساتھ کوچ کیا۔ تاکہ مصر اور شام کی فوجوں کو باہم نہ ملنے دوں۔ لیکن ملک فرج نے پیشدستی کرکے دمشق میں داخلہ کرلیا تھا۔ اور میں

اسکے پیچھے ہی پیچھے آپہنچا اور میں نے دمشق کو فتح کر لیا۔

ممالک روم کی فتح اور قیصر کو نیچا دکھانے کی تدبیر۔ ملک شام کو فتح اور اُسپر تسلط کر لینے کے بعد میں نے مصر و شام کے بادشاہ ملک فرج کو اپنے مقابلہ سے گریزاں کر دیا تھا۔ کہ اتنے میں میرا ایلچی قیصر روم ایلدرم کا لغو اور غضب آور جواب بھی لے کر آگیا۔ اور اس نے زبانی عرض کیا کہ قیصر نے مصر و شام کی افواج کو منہزم ہونے کی خبر سُنی تو وہ نہایت فکر مند اور برہم ہوا اور اب خود آپکے مقابلہ پر آنے کا سامان کر رہا ہے۔

میں دمشق اور ملک شام کے دیگر شہروں کو تسخیر کر کے موصل کے راستہ سے بغداد میں وارد ہوا۔ اور یہ تجویز کی کہ وہاں سے صوبہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوں۔ تا اگر قیصر اپنے ارادہ پر جما ہوا ہے تو اس کا پتہ چل جائے گا۔ خود تبریز کو جاتے ہوئے چند امیرزادوں کو زبردست فوجوں کے ساتھ بغداد پر حملہ کرنے بھیجا۔ حاکم بغداد سلطان احمد جلائر نے اپنے ایک نوکر فرخ نامی کو قلعہ داری کا سامان اور کثیر سپاہ دیکر شہر اور قلعہ

---

[1] قیصر بادشاہان روم کا قدیم لقب ہے اور مسلمان فرمانروا جنہوں نے قیاصرہ روم سے اس شہر کو چھینا تھے سلاطین کہلاتے ہیں۔ سلطان بایزید ایلدرم عثمانی ترک فرمانروا کو تیمور قیصر لکھتا ہے از حبیب سم

کی حفاظت کیلئے چھوڑ گیا تھا۔ میرے امیرزادے بغداد میں پہونچے اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ امیرزادگان نے یہ سب حال مجھ کو لکھا اور میں نے مصلحت یہ دیکھی کہ خود جاکر بغداد کے قلعہ اور شہر کو فتح کردوں چنانچہ میں تبریز کے راستہ ہی سے پلٹ پڑا اور یلغار کرکے بغداد آپہنچا۔ یہاں سپاہگری احتیاطوں اور تدبیر اور قلعہ گیری کے سامان کرکے دو ماہ اور چند دن زمانہ مُد کے بعد آخر قلعہ اور شہر دونوں فتح کرلیے۔

فرخ قلعہ دار ناکامی و ہزیمت کی شرم سے دریائے دجلہ میں ڈوب مرا۔ میں شہر کے اندر داخل ہوا اور حکم دیدیا کہ شہر کے تمام اوباش اور مفسد آدمیوں کو قتل کردیں۔ اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی عمارت کو منہدم کرکے زمین کے برابر کرڈالیں۔

اور اس ظفرمندی کے بعد میں بغداد سے آذربائجان کیطرف واپس گیا اور کچھ عرصہ تک اس ملک میں قیام پذیر رہا۔

میں تبریز میں اقامت گزیں تھا کہ یہ خبر سُنی کہ قیصر روم نے حلب حمص اور دیار بکر پر اپنی فوجیں مامور کی ہیں۔ اور قرا یوسف ترکمان جو مجھ سے بھاگ کر قیصر کے پاس پناہ گزیں تھا لوٹ مار اور دن

قافلوں کو ستانے اور لوٹنے میں مصروف ہی جو کہ حرمین شریفین کو آتے جاتے ہیں۔ نیز اسی وقت ایک جماعت آئی اور وہ قرا یوسف کے ظلم و ستم سے فریادی اور دادخواہ ہوئی۔ اب مجھ پر واجب ہو گیا کہ قرا یوسف کو اسکے اعمال کی سزا دوں۔ اور قیصر کو بھی خواب غفلت سی بیدار کروں۔

اس بارہ میں میں نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک ماتحت شہر اور قبیلہ سے ایک ایک فوج طلب کروں اور ان کو فراہم کر کے قیصر پر حملہ آور ہوں جب وقت یہ سب لشکر آکر اکٹھے ہو گئے۔ میں نے ماہ رجب ۸۰۴ھ میں آذربائیجان سے قیصر کے ساتھ معرکہ آرائی کا ارادہ کر کے کوچ کر دیا۔ اپنی کچھ فوجوں کو پہلے ہی سے مقرر کر دیا تھا کہ وہ ممالک روم پر حملہ آور ہوں۔ اور ان کے بعد ایک فوج مامور کی کہ وہ لشکر جرار کی منزلوں اور سامان رسد رسانی کا ملاحظہ و انتظام کرتی رہے۔ پھر انگوریہ کے راستہ سے روانہ ہو گیا۔ قیصر چار لاکھ پیادہ و سوار سپاہ کی جمعیت سے میرے مقابلہ اور مدافعہ کیواسطے بڑھا اور ہمارے لشکروں میں باہم جنگ ہونے لگی۔ اس معرکہ میں بھی میری ہی فتح ہوئی۔ اور قیصر کو میرے سپاہی گرفتار کر کے میرے حضور میں لائے۔ اور میں اسکے بعد سات سال کی یورش کو

ختم کرکے مظفر و منصور سمرقند کو واپس آ گیا۔

تزوکات تیمور

مقالہ دوم

(قوانین و آئین جہانگیری و جہانداری)

فرزندان ۔ ملک گیر کامگار۔ اور نبائر ذوی القدر جہاندار!

واضح ہو کہ مجھے خدائے پاک و برتر کی درگاہ سے اس بات کی اُمید ہے کہ میرے فرزندوں اور بیٹے پوتوں میں سے بہت آدمی سلطنت و حکمرانی کی مسند پر متمکن ہونگے۔ اسلئے میں اپنے امور سلطنت کے متعلق قواعد و آئین بناکر اون کے دستور العمل کو قید تحریر میں لا رہا ہوں۔ تاکہ میرے فرزندوں اور بیٹوں اور پوتوں میں سے ہر ایک اسی کے مطابق عمل کرکے میری اس سلطنت و شاہنشاہی کی حفاظت کرتا رہے جس کو میں بڑی تکلیفوں مصیبتوں۔ رہزنیوں اور معرکہ آرائیوں کے ذریعہ حاصل کر سکا۔ اور محض خدا کی تائیدوں اور ملت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آن حضرت کی آل پاک اور اصحاب کرام کی دوستی کی برکتوں سے اس پر فائز ہوا ہوں۔

میری غرض یہ ہی کہ میرے جانشین اپنے امور سلطنت و حکمرانی میں
قواعد و ضوابط کو دستور العمل بنائیں تاکہ جو دولت و سلطنت مجھ سے
ان کو ملیگی وہ خلل اور زوال سے مامون رہی۔

اب فرزندان کامیاب نامدار۔ اور بنائر ممالک ستان ذوی الاقتدار
کا طریقہ یہی ہونا چاہیئے کہ جس طرح میں نے بارہ باتوں کو اپنا طریقہ بنا کر
سلطنت حاصل کی۔ اور ان بارہ امور ہی کے ذریعہ ملک گیری اور حکمرانی کر کے
اپنے تخت فرمانروائی کو زیب و زینت دی۔ وہ بھی انہیں قواعد و ضوابط
پر عمل کریں۔ اور میری اور اپنی سلطنت کی حفاظت میں سرگرم رہیں۔
میں نے اپنی سلطنت و فرمانروائی کے جو قواعد باندھ رکھی تھی ازانجملہ
اوّل قاعدہ یہ تھا کہ دین خدا اور شریعت محمد مصطفے صلعم کو دنیا میں رواج
دوں اور ہمیشہ ہر جگہ دین اسلام کی تقویت کرتا رہوں۔

دوم یہ کہ میں نے بارہ طبقہ و گروہ کی جماعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں
اور فرمانروائی کی۔ میں نے اپنی سلطنت کے ارکان کو انہیں کے ذریعہ سی مستحکم
بنایا۔ اور اپنی مجلس کو بھی انہیں سی آراستہ کیا۔

سوم یہ کہ مشورہ۔ تدبیر۔ زیرکی۔ احتیاط اور دوراندیشی و انجام بینی

کے وسیلہ سے زبردست سے زبردست فوجوں کو منہزم بنایا۔ اور ملکوں کو قبضہ میں لایا۔ اور اپنی سلطنت کے کاروبار کو نرمی۔ درگذر، تحمل اور چشم پوشی کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ دوستوں اور دشمنوں دونوں سے سلوک مہربانی کی۔

چہارم۔ تورہ وضابطہ کے ساتھ اپنے کارخانہ سلطنت کی حفاظت اور اس کا بند و بست کیا۔ اور اسی پابندی آئین وضابطہ کے ذریعہ اپنی تئیں ایسی مرتبہ پر قایم رکھا کہ امیر و وزیر اور سپاہ و رعایا ان میں سی ایک کو بھی اپنے مرتبہ سی تجاوز کرنے کی توانائی نہ مل سکی۔ اور سب کو حفظ مراتب کا پاس و لحاظ رکھنے کی سخت تاکید رہی۔

پنجم میں نے اپنے سرداران فوج اور سپاہیوں کو سب سے اوّل رکھا اور ان کو زر و زیور سے خوش بنایا۔ ان کو بزم سرور میں بار دیا جس کی وجہ سے انہوں نے میدان جنگ میں جانبازیاں کیں۔ میں نے روپیہ پیسہ کو بھی سپاہ کے حوالہ کرنے میں تردد و تامل نہیں کیا۔ بلکہ ان کے کاموں کو آسان بنانے کیلئے ان کی محنت و مشقت کو اپنے ذمہ لے لیتا تھا۔ اور سپاہیوں اور افسران سپاہ کی تربیت کرتا رہتا۔ تاآنکہ مردی و مردانگی کے بازو اور امیروں اور سپہ سالاروں اور بہادروں کے اتفاق کی بدولت

ستائیس بادشاہوں کی تخت گاہوں کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور ایران توران روم مغرب۔ شام مصر عراق عرب و عجم۔ مازندراں۔ گیلانات۔ شروانات آذربائیجان۔ فارس۔ خراسان۔ دشت جتہ۔ دشت قپچاق۔ خوارزم۔ ختن۔ کابلستان۔ سرزمین باختر اور ہندوستان کا بادشاہ اور فرمانروا بنا۔ اور جس وقت سے قبائے بادشاہی زیب جسم کی راحت و آرام اور عیش و عشرت سے ترک تعلق کرلیا۔ بارہ برس کی عمر ہی سے شہسواری اور برداشت مصائب و تکالیف کی عادت ڈالی۔ فوجوں کو ہزیمت دی۔ فوج اور سرداران سپاہ سے دشمنی اور بدزبانی دیکھی۔ اور سنی۔ مگر برداشت اور چشم پوشی کر کے بات کو آیا گیا کر دیا۔

ششم۔ عدل و انصاف کے ساتھ خلق خدا کو اپنی طرف سے خوش رکھا۔ گناہگار اور بے گناہ دونوں پر رحم و کرم ہی کیا۔ ہمیشہ حق اور سچا فیصلہ کیا۔ لوگوں کے دلوں میں احسان و اکرام کے ذریعہ گھر بنایا۔ رعایا کو سیاست اور انصاف کے مابین خوف و رجا کی حالت میں رکھا۔ نہ بالکل اپنی طرف سے آزاد بنا دیا۔ اور نہ حد سے زیادہ سخت گیری کی۔ رعایا اور ماتحتوں پر ہمیشہ نظر ترحم رکھی۔ اور فوج کو انعام دیتا رہا۔ مظلوم کا حق ظالم سے

دلا دیا۔ اور کسی پر مالی یا بدنی ظلم کرنے کا پختہ ثبوت ملا تو قوانین شریعت کے مطابق اس کو سزا دی۔ کسی کو دوسرے کے گناہ میں ہرگز نہیں پکڑا۔

جن لوگوں نے مجھ سے بدیاں کی تھیں اور مجھ پر تلواریں اُٹھائی تھیں یعنی مقابلہ میں آئے تھے۔ میرے کام بگاڑے تھے اور ایک بار نہیں۔ بلکہ بار بار جب وہ میری طرف رجوع اور پناہ لائے ہیں میں نے ان کی عزت و حرمت کر کے ان کا رتبہ بڑھایا۔ اور ان کی بداعمالیوں کو فراموش کر دیا۔ اور ان سے ایسا سلوک کیا کہ اگر ان کے دل میں میری طرف سے کوئی خدشہ بھی تھا تو وہ بالکل دور ہو گیا۔

ہفتم۔ سادات، علماء۔ اور مشائخ کو اور دیگر عقلمند اور دُنیا کے حالات سے باخبر تاریخ دانوں کو اپنی صحبت میں چُن لیا۔ ان کی تعظیم اور توقیر کی۔ بہادروں اور شجاعت والوں سے خاص طور پر محبّت رکھی۔ کیونکہ خدائے پاک بھی شجاع آدمی کو پسند فرماتا ہے۔ عُلماء کے ساتھ صحبت رکھنا اور صاحب دل بُزرگوں کی خبرگیری اور خاطر داری کرتے رہنا اپنا شیوہ بنایا۔ اہل دل اور درویشوں سے دعائے خیر کا طالب ہوا۔ اور ان کے متبرک انفاس سے فاتحہ (کشائش کار) کی خواہش کی۔ درویشوں اور فقیروں

سے محبت رکھی۔ اور کبھی ان کو آزردہ اور محروم نہیں بنایا۔ اپنی مجلس میں شریر النفس اور بدگو آدمیوں کو آنے ہی نہ دیا۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی آ بھی گیا تو اس کی بات پر توجہ اور عمل نہ کیا۔ انہوں نے ہزار بار چغلیاں کھائیں اور دوسروں کی برائیاں بیان کیں۔ مگر میں نے انکی بات سنی ہی نہیں۔

ہشتم۔ میں نے ارادہ کی پختگی سے کام لیا جس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیا میں اپنی تمام توجہ اور ہمت اسکی طرف لگا دی۔ اور جب تک وہ کام پورا نہ کر لیا اسکی طرف سے ہاتھ نہیں روکا۔ میں اپنے قول کا پختہ تھا۔ جو کچھ کہتا وہی کرتا۔ میں نے کسی پر سخت گیری نہیں کی۔ اور نہ کوئی کام تنگی اور بخل کے ساتھ کیا۔ یہ اسلئے کہ خدائے تعالے بھی مجھ کو سخت نہ پکڑے۔ اور میرے کام کو مجھ پر تنگ و دشوار نہ بنا دے۔ گزشتہ اور پیشین بادشاہوں کے قانون اور طرز عمل کے متعلق ہمیشہ علماٗ و مورخین سے سوال کر کے ہر ایک کے اطوار و افعال اور طرز حکومت و طریقہ معاشرت سے آگاہی پانے کے بعد ان سبھوں کی بہترین عادات اور پسندیدہ ترین اوصاف کو چن کر ایک نہایت قیمتی دستور العمل بنا لیا۔ یہی دریافت کرتا رہتا تھا کہ آخر زمانہ کے سلف بادشاہوں کی سلطنتوں میں کن اسباب سے زوال آیا۔ اور کیا وجہ ہوئی کہ انکی

سلطنتیں منتقل ہو کر دوسروں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ پھر ان امور کو معلوم کر کے خود اون سے پرہیز کیا۔ اور ظلم و بدکاری جو کہ نسل کو بند کردیتی اور قحط اور وبا کی آفتیں لاتی ہیں ان سے محترز رہنا بعید ضروری خیال کیا۔

ہم۔ رعایا اور برایا کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ ان میں سے بڑے بڑے لوگوں اور سواروں کو زینا بھائی اور چھوٹے لوگوں اور علم مخلوق کو اپنے فرزند کی بجائے خیال کیا میں نے ہر ایک ملک اور شہر کے مزاج اور وہاں کے باشندوں کی طبیعت سے بھی آگاہی بہم پہنچائی۔ ہر ملک کے رہنے والوں اور وہاں کے اشراف اور سرداروں سے راہ و رسم اور میل جول پیدا کیا۔ ان کے مزاج اور طبیعت کا رنگ معلوم کر کے اُسی کے موافق ان پر حاکم مقرر کیا۔ مجھ کو ہر وقت ہر ملک کے حالات کی پوری خبر رہتی تھی۔ سچ لکھنے والے بادیانت اخبار نویس ہر ایک صوبہ و ملک میں مقرر کر رکھے تھے۔ کہ وہ سپاہ اور رعایا کے اوضاع و اطوار۔ اعمال و افعال اور ان کے باہم پیش آنیوالے معرکوں کی خبریں مجھ کو لکھتے رہیں۔ اگر ان پرچہ نویسوں کی تحریر مجھ کو خلاف راستی معلوم ہوتی تھی۔ اور ثبوت مل جاتا تہا کہ فی الواقع اُنھوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہی تو ان کو سزا دیتا تھا۔ اور حاکم اور سپاہ و رعایا کے ظلم و جور کی جو خبر پاتا اسکا تدارک اپنے انصاف و عدل سے کردیتا تھا۔

دہم - ترک - تاجیک عجم اور عرب کے قوموں میں سے جس گروہ اور قبیلہ نے میرے قلمرو میں آکر پناہ لی اور میری اطاعت قبول کی ان کے سرداروں کا میں نے نہایت اعزاز واحترام کیا - اور عام اہل اقوام سے ان کے حسب حال فرداً فرداً مہربانی کی - ان میں سے جو لوگ اچھے اور نیک تھے ان کے ساتھ نیکی اور احسان کیا - اور بدوں کو ان کی بدی کے حوالہ کر دیا - کہ وہ خود ہی اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے - مجھ سے جس شخص نے دوستی اور نمک حلالی کی اسکی دوستی کی قدر میں نے فراموش نہیں کی - اس کے ساتھ برابر مروت اور احسان کیا - اور جس نے میری خدمت کی میں نے بھی اسکی خدمت کا حق ضرور ادا کیا - اگر کسی نے میرے ساتھ دشمنی کی اور بعد میں وہ اپنی دشمنی پر پشیمان ہو کر پھر میرے زیر سایہ آگیا اور شرط آداب واطاعت بجالایا اسکی دشمنی میں نے فراموش کر دی - اور اسکی دوستی ومحبت پر اعتماد کر لیا چنانچہ شیر بہرام ایک قبیلہ کا امیر اور میرا رفیق تھا - لیکن عین کام کے وقت میں مجھ کو چھوڑ گیا - دشمن سے جا ملا - اور میرے مقابلہ پر آیا - آخر میرے نمک نے اس کو پکڑا - اور وہ پھر آکر میرا مطیع بن گیا - چونکہ وہ ایک اصیل اور مردانہ آدمی تھا اور خدمت گذاریاں کر چکا تھا - میں نے اسکی بدسلوکیوں کو

نظر انداز کر دیا۔ اور اُسے عزّت و حرمت کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھ کر
اس کا مرتبہ بڑھایا۔ اور اس کی مردانگی کی وجہ سے اُس کے گناہوں کو
بخش دیا۔

یازدہم۔ فرزندوں۔ عزیزوں۔ دستوں اور ہمسایوں اور ان لوگوں کو
جو میرے دوست و آشنا اور شناسا تھے دولت و نعمت کے وقت میں سب
کی خاطر داری اور مدد کرتا رہا۔ اور اُن کا حق ادا کر دیا۔ فرزندوں اور عزیزوں
کے ساتھ رشتہ و قرابت کا سلسلہ نہیں توڑا۔ اور اُن کے قتل کرنے یا قید
کئے جانے کا کبھی حکم نہیں دیا۔ جس شخص کو جس کینڈے اور طبیعت کا جان
لیا تھا اوس کے ساتھ اپنی شناخت کے موافق سلوک کرتا رہا۔ اور چونکہ دنیا کا
نیک و بد بہت کچھہ دیکھا تھا۔ اور بڑے تجربے اُٹھائے تھے اسلئے دوست و دشمن
سب سے سازگاریاں کرنے میں کامیاب ہوا۔

دوازدہم۔ دوست اور دشمن دونوں کی فوجوں اور سپاہیوں کو عزیز
خیال کیا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی ہمیشہ رہنے والی چیز یعنی جان و ایمان کو
فانی مال کے عوض میں فروخت کیا کرتے ہیں۔ اور امید انہائے جنگ
میں جان بازیاں اور سرفروشیاں کرتے رہتے ہیں۔ جس جوانمردنے

دشمن کی طرف سے میرا مقابلہ کیا۔ اور اپنے آقا اور ولی نعمت سے سچی محبت رکھنے والا پایا گیا۔ میں نے اُس کی بڑی قدر کی۔ اور اس کو دل سے پسند کیا۔ ایسا جو شخص میرے پاس آیا میں نے اُسے اپنا معتمد بنایا۔ اور اُس کو سچا وفادار مانا مگر جس سپاہی نے حق نعمت اور وفاداری کو فراموش کرکے کام کے وقت اپنے مالک و آقا کو دغا دی اور اس سے روگرداں ہو کر میرے پاس چلا آیا۔ اوس کو میں نے بدترین دشمن جانا اور اُسی مرتبہ میں رکھا۔ تو قتمش خاں سے جنگ ہونے کے وقت اُس کے ماتحت سرداروں نے مجھے بارہا پیام اور عریضے بھیجے۔ اور اپنے آقا اور مُربی توقتمش خاں کا حق نمک فراموش کرکے میرے ساتھ آملنے کو آمادہ ہو گئے۔ میں نے اُن کو بہت سخت ملامت کی۔ اور جب وہ میرے پاس آگئے تو میں نے دل میں سوچا کہ اُنہوں اپنے قدیم مالک سے دغا کی۔ تو میرے ساتھ کیا وفا کرینگے۔

چونکہ مجھے یہ تجربہ ہو گیا تھا کہ جو سلطنت کسی دین و آئین پر قایم نہ ہوا اور قواعد و قوانین سے استوار نہ کی جائے اُس سلطنت میں شان و شکوہ اور بند و بست ہرگز نہیں رہ سکتا۔ اور اوس کی حالت ایک ننگے آدمی کی سی ہوتی ہے۔ کہ اوس کو ہر ایک دیکھنے والا شرم و خجالت سے اپنی آنکھیں

بند کرلے۔ بلکہ ایسی سلطنت بے دروازہ اور چھت ودیوار کے گھر کی طرح ہوتی ہے جسمیں ہر کس وناکس داخل ہوسکتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی سلطنت کی بنیاد کو اسلام کے دین وآئین اور قواعد وقوانین کے تقرر سے استحکام بخشا۔ اور ملک رانی وحکومت جو امور وواقعات میرے پیش آتے انہیں ہمیشہ آئین وضابطہ کے مطابق انجام دیا کرتا تھا۔

سب سے پہلا قاعدہ جو میرے دل میں آیا یہ تھا کہ شریعت محمدیہ صلعم کی ترویج وتکمیل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے اپنے ماتحت ممالک وصوبجات میں اسکو رواج دیا۔ اور استحکام بخشا۔ اور اپنی سلطنت کو پابندی شریعت کے ساتھ آراستہ بنایا۔ دین مبین کے رائج کرنے کا یہ ڈھنگ اختیار کیا۔ کہ ایک ذی مرتبہ سیّد کو تمام مسلمانوں کا صدر وسردار مقرر کیا کہ وہ اوقات کی پابندی کرائے۔ اور متولیان مساجد اور امور دین کو مقرر کرے۔ ہر شہر اور بستی میں قاضیوں اور قاضی القضاۃ مفتی اور محتسب کی تعیین کرے۔ اور سادات۔ علما مشائخ۔ اور اہل استحقاق کے وظیفے اور جاگیریں مقرر کرتا رہے۔ فوج کے لئے جداگانہ قاضی مقرر کیا اور رعایا کے واسطے الگ قاضی کا تقرر کیا۔ ہر صوبہ وملک میں ایک

شیخ الاسلام کا تقرر کر کے بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو گناہ اور شرعی خلاف ورزیوں سے روکے اور نیک اور اچھے کام کا حکم دے۔ یہ بھی حکم دیا کہ تمام شہروں میں مسجدیں اور خانقاہیں بنائی جائیں۔ عام سڑکوں پر جہاں منزلیں ہوا کرتی ہیں سرائیں تعمیر کیجائیں۔ اور دریاؤں پر پُل باندھے جائیں۔ مسلمانوں کو دینی مسائل اور شرعی عقائد کی تعلیم عام دینے کیلئے ہر شہر میں نامور عُلما و مدرسین کو مقرر کیا۔ کہ وہ علوم دینیہ یعنی تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس مسلمانوں کو دیتے رہیں۔

میرا حکم تھا کہ ممالک محروسہ کے صدر الصدور اور قاضی اہم شرعی امور کو میرے حضور میں پیش کرتے رہیں۔ اور وزیر انصاف کا تعین اس غرض سے کیا گیا تھا کہ وہ سپاہ اور رعایا کے عرفی مرافعات کو میرے پیش گاہ میں پہونچایا کرے۔ میری ان دینی کوششوں کا مبارک نتیجہ یہ نکلا کہ اہل اسلام کو دینی قوانین و قواعد کے اجرا اور اسلام کی ترقی و شان کا علم حاصل ہوا۔ اور اس زمانہ کے نامور عُلمائے اسلام نے یہ فتوے لکھا کہ چونکہ ہر سو برس کے بعد خدائے پاک دین محمدی کی تجدید و ترویج کے واسطے ایک مجدد پیدا کیا کرتا ہے اور اس آٹھویں صدی ہجری

میں دین اسلام کی تجدید امیر صاحب قران نے کی ہے اسلئے وہ دین محمدی صلعم کے مجدد ہیں۔ اور میر سید شریف نے جو اس زمانہ کے بہترین علما میں سے تھے مجھے اس بارہ میں ایک خط بدیں مضمون لکھا کہ متقدمین و متاخرین علماء سب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر سو سال پیچھے اللہ تعالےٰ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید کیلئے مجدد پیدا کیا کرتا ہے۔ اور چونکہ اس آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں امیر صاحب قران نے دین متین کو رواج دیا اور دُنیا کے ملکوں اور شہروں میں انہیں کی کوششوں سے شریعت اسلامیہ کا رواج و انتشار ہوا ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ امیر صاحب قران دین کو رواج دینے والے ہیں۔ اور وہ خاص خط حسب ذیل ہے :-

اللہم انصر من نصر دین محمد واخذل من خذل دین محمد چوں از زمان حضرت رسالت پناہ الی یومنا ہذا ہشت صد سال گذشت و در سر ہر صد سال اللہ تعالےٰ و تقدس از برائے رواج دین رسول و حبیب خود مروجے مجددے میبر انگیخت کہ تجدید دین بعد آں حضرت نماید چنانکہ در سر صد ہشتم اللہ تعالےٰ امیر صاحبقران را مجدد و مروج دین اسلام بر انگیخت

که دین محمدی را در بلاد و ممالک رواج داده اند۔ وآنانچه علمائے سلف از احوال مجدد آن دین تتبع نموده در تصانیف خود نوشته اند۔ این اجزا آنست که در سرمایه اول از ہجرت مجدد دین عمر بن عبدالعزیز است که چون دین اسلام بواسطہ لعن وطعن که خوارج بر منابر حضرت علی می گفتند ضعیف شده بود۔ برطرف ساخت و بغض و عداوتے که میان اہل اسلام بوقوع آمده بود چنانچه گروہے خلفائے راشدین را بعن طعن مخصوص می داشتند و جمعی دیگر بر امیرالمومنین علی حسن و عباس لعن می کردند و با یکدیگر در مقام العقب و منافقت می بودند رفع نمود و تجدید دین کرد۔

و در سرمایه دوم مجدد دین ہارون الرشید است که ہفتاد و دو مذہب باطله را برطرف و منسوخ ساخته مذہب برحق سنت و جماعت را رواج داد و علی بن موسی جعفر رضی الله عنہم از خراسان طلب نموده وے را ولی عہد گردانید و باذن وے در مملکت تصرف می نمود۔

و در سرمایه سوم مروج دین محمدی صلعم مقتدر بالله عباسی است که چون قوم قرامطه که رئیس الشان ابوطاہر بود۔ بر مکہ معظمه مستولی شده

وسی ہزار محرم را در روز عرفہ قتل نمودہ بدرجۂ شہادت رسانید وحجر اسود را
از ارکان خانۂ کعبہ برکند وبلاد اسلام خراب کردہ قتل وغارت می نمود بدین جہتہ
دین اسلام ضعیف شد مقتدر باللہ بران قوم لشکر کشید وایشان را برانداخت و
دین اسلام وشریعت را رواج داد۔

ودر سرمایۂ چہارم از مروجان دین محمدی صلعم عضد الدولہ دیلمی است کہ
چون بواسطۂ فسق وفجور مطیع لامر اللہ عباسی وظلم توابع ولواحق وی دین اسلام
ضعیف شدہ بود ودر بلاد اسلام انواع فسق ومنہیات شیوع یافتہ بود
عضد الدولہ ویرا از خلافت عزل نمودہ پسر دوسے طایع باللہ را ولی عہد
ساخت۔

وعضد الدولہ خود متصدی رواج دین شد ورفع ودفع بدعت ونامشروعات
وظلم وجور نمودہ شریعت محمدی را رواج داد۔

ودر سرمایۂ پنجم مروج دین وشریعت سلطان سنجر ابن سلطان ملک
شاہ است کہ شیخ احمد جامی وحکیم سنائی معاصر وی بودہ واو بدیشان مرید بود
دریں ایام ملاحدہ وجہال دین اسلام را ضعیف ساختہ بودند وی بقتل و

قمع ملاحدہ مبادرت نمود وبمرتبہ در اطاعت ومتابعت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مبالغہ می نمود کہ خلاف شریعت از وے امرے سر نمیزد۔

ودر سر مائۂ ششم مجدّد دین غازاں خاں بن ارغون خاں بن ہلاکو خاں است کہ چوں دین اسلام بواسطۂ استیلائے کفرہ ترکستان ضعیف شد اللہ تعالے غازاں خاںؒ مع صد ہزار ترک برانگیخت کہ ہمگی بیک مرتبہ درصحرائے لاربدست شیخ ابراہیم حموی ایمان آوردہ مسلمان شدند و زبان بہ کلمۂ لا آلہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ گویا ساختند۔

وآثار کفر وبدعت برانداختند وشریعت را در بلاد وامصار رواج دادند۔

ودر سر مائۂ ہفتم الجایتو سلطان بن ارغوان خان است کہ ملقب بہ سلطان محمد خدا بندہ شد کہ در سنہ مذکور بعد از برادرش غازاں خاں بتخت سلطنت نشست وچوں بمسامع وے رسید کہ دین محمدی بمرتبہ ضعیف شدہ کہ در نماز بعد از تشہید صلوات بر محمد وبر آل محمد نمیفرستند خود بر خاستہ مسجد جامع سلطانیہ حاضر آمد وحکم باحضار علمائے اسلام نمود۔

از فقہا [illegible] در باب صلوات فرستادن بر پیغمبر و آل پیغمبر سوال نمود
علما باتفاق گفتند کہ بحکم خداے تعالےٰ صلوات بر محمدؐ و بر آل محمدؐ
باید فرستاد۔

و درین وقت جمعی از علما گفتند کہ امام شافعی نماز را بدون صلوات
بر محمدؐ و آل محمدؐ فاسد شمردہ و جمعے گفتند کہ امام اعظم فرمود کہ نمازے کہ
بصلوات بر محمدؐ و آل محمدؐ مقرون نباشد مکروہ است۔

آنگاہ از علما سوال کرد کہ چرا بر ہر یک از آل وے در صلوات ذکر نمی
کنند۔ و در صلوات بر خاتم انبیا ذکر می کنند چون علما در جواب فرو ماندند
سلطان گفت۔

مرا در جواب این سوال دو دلیل بخاطر میرسد۔ اوّل آنکہ چون دشمنان
وے را ابتر خواندند ایزد تعالےٰ ابتری را بر ایشان انداخت کہ نسل ایشان
منقطع شدہ و اگر باشد ہم ایشان را کسی نشناسد و نام نبرد و ذریت آل
پیغمبر آن قدر بہم رسیدند کہ تعداد ایشان را جز خداے تعالےٰ دیگرے
نداند و در صلوات [illegible] متابعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم بر ایشان درود

می فرستند۔

دیگر آں کہ ادیان جمیع انبیاء و رسل و عمل ایشاں در معرض نسخ و تبدل بود و امضائے احکام دین ایشاں علی الدوام لازم نبود بخلاف دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہ تا قیامت تغیر و تبدل در اں راہ نخواہد یافت۔

پس بر متابعان آں حضرت لازم باشد کہ در صلوات بمتابعت نام مبارک آں حضرت را ذکر میکنند اولاد را نیز ذکر کنند تا بر امت معلوم شود کہ حامیان دین محمدی و مفسران وحی الٰہی و حافظان شریعت احمدی ایشانند و وارث علوم انبیاء مرسلین اند و علوم دین و فرائض اسلام از ایشاں فرا گیرند و متابعت و حرمت ایشاں را لوازم شمارند۔

چوں سلطان ایں کلمات را بزبان راند خلائقے کہ در مسجد جمع آمدہ بودند بیک مرتبہ زبان بصلوات پیغمبر و آل پیغمبر کشادند۔

آں گاہ سلطان گفت کہ چوں اوّل آل محمد علی و آخر ایشاں محمد مہدی موعود است پس [illegible] شما

و اگر نمائیم غاصب باشیم

ورچوں کلمات سلطان بمسامع خاص وعام رسید ہمہ علما اذعان نمودند
بعد اذعان علما سلطان امر نمود کہ چوں حقیقت بریں منوال است
باید کہ خطبہ بنام اہل بیت بخوانند وسکّہ بنام ایشاں بزنند وآنچہ علما دریں
وقت فتوی نوشتہ اذعان نمودہ اند ایں ست کہ الجا یتو سلطان مروج
دین وشریعت اند۔

ودر سر مائۃ ہشتم امیر صاحبقران است کہ در امصار واقطار عالم شریعت
را رواج دادہ وسادات وعلما را اعزاز واحترام نمودہ وباذن ذریّت آل
رسول اللہ در ملک تصرّف کردہ اند"

میر سیّد شریف کا یہ خط پاکر میں نے شکریہ ایزدی ادا کیا۔ اور حضرت
رسول خدا اور اون کی آل پاک سے التجا کی مجھے دین اسلام اور شریعت
محمدیہ صلعم کی تجدید کی توفیق حاصل ہو۔ اس خط کو بجنسہ اپنے پیر کی خدمت
میں بھیج دیا۔ اور اونھوں نے اِس کے حاشیہ پر یہ لکھ کر مجھے
واپس بھیجا۔

"دین وشریعت کو رواج دینے والے تیمور صاحب قران خدا انکی
مدد کرے۔ معلوم رہے کہ یہ امر ایک بڑا فضل ایزدی اور تائید ربانی ہے

کہ اللہ تعالے نے آں قطب السلطنت کو دین میں نئی جان ڈالنے اور شریعت کو رواج دینے کی توفیق عطا کی ہے۔ تم اور زیادہ مستعدی دکھاؤ تاکہ تمہارے مرتبہ میں مزید اضافہ ہو"

میر کے دستخط خاص سے آراستہ خط میرے پاس آیا۔ تو میں نے مشائخ سادات اور علماء کی تعلیم و توقیر میں اضافہ کر دیا۔ اور شریعت کو رواج دینے میں پہلے سے بدرجہا زائد کوشش کرنے لگا میں نے حکم دیا کہ سید شریف کے اس خط کی نقل میرے واقعات کی کتاب میں درج کریں۔ اور اصل کو بھی محفوظ رکھیں۔

میر سید شریف کے خط کا ترجمہ یہ ہے۔ خدایا اسکی مدد کر جو دین محمدؐ کی مدد کرے۔ اور اُسے پریشان کر جو دین محمدؐ کو پریشان کرے۔ علمائے سلف نے ہر صدی کے آغاز پر تجدید کا کام کرنے والوں کی جو کیفیت اپنی تصنیفات میں لکھی ہے۔ اوسکا خلاصہ یہ ہے:-

ہجرت کے بعد پہلی صدی کے سرے میں دین کے مجدد عمر عبدالعزیز ہوئے۔ خارجی منبروں پر علانیہ حضرت علی کو لعن طعن کرتے تھے۔ اور دین اسلام اس سے ضعیف ہو گیا تھا حضرت عبدالعزیز نے اس رواج کو

بند کیا۔ اہل اسلام میں باہم بغض و عداوت پیدا ہو گئے تھے۔ ایک گروہ محض خلفائے راشدین پر اور ایک جماعت امیر المومنین علی و حسن و عباس پر طعن کرتی تھی۔ اور ایک دوسرے سے تعصب اور منافقت رکھتے تھے۔ عمر عبد العزیز نے اوسے دور کرکے دین کی تجدید کی۔

دوسری صدی کے سرے میں دین کے مجدد مامون الرشید ہوئے کہ ۷۲ مذاہب باطلہ کو برطرف و منسوخ کرکے مذہب برحق سنت و جماعت کو رواج دیا۔ اور علی ابن موسےٰ جعفر رضی اللہ عنہم کو خراسان سے طلب کرکے اپنا ولیعہد بنایا اور اسکی اجازت سے مملکت پر متصرف ہوئے۔

تیسری صدی کے سرے میں دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے مروج مقتدر باللہ عباسی ہوئے۔ کیونکہ قوم قرامطہ جس کا رئیس ابو طاہر تھا مکہ معظمہ پر مستولی ہو گئی اور تیس ہزار بے گناہوں کو عرفہ کے دن قتل کرکے شہید کیا۔ اور حجر اسود کو ارکان خانہ کعبہ سے اُکھاڑ ڈالا۔ اور اسلامی بلاد کو خراب کرکے قتل و غارت کا بازار گرم کرنے سے دین اسلام کو ضعیف کیا۔ مقتدر باللہ نے اس قوم پر لشکر کشی کی۔ اور اس کو تہ و بالا کرکے دین اسلام اور شریعت کو رواج دیا۔

چوتھی صدی کے آغاز میں منجملہ مروجان دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم عضدالدولہ دیلمی ہے۔ مطیع لامراللہ عباسی کے فسق فجور اور اس کے لواحقین اور ماتحتوں کے ظلم سے دین اسلام کمزور ہو گیا تھا۔ اور اسلامی ممالک میں طرح طرح کی خرابیاں اور بدیاں شائع ہو گئی تھیں۔ عضدالدولہ نے اوسے خلافت سے معزول کرکے اس کے بیٹے طائع باللہ کو ولی عہد بنایا۔ اور خود دین کو رائج کرنے کا متصدی وکفیل بن کر بدعات وناشروعات اور جور وظلم کو دور کرکے شریعت محمدی کو رواج دیا۔

پانچویں صدی کے شروع میں دین وشریعت کا مروج سلطان سنجر بن سلطان ملکشاہ ہوا۔ شیخ احمد جامی اور حکیم سنائی اس کے ہمعصر تھے۔ اور وہ ان کا مرید تھا۔ ان دونوں ملحدوں اور جاہلوں نے اسلام کے دین کو کمزور کر رکھا تھا۔ اوس نے ملاحدہ کے قلع قمع پر کمر ہمت استوار کی۔ اور دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وتائید میں اس قدر ثابت قدم رہا کہ مدت العمر اس سے کوئی امر خلاف شریعت سرزد نہ ہوا۔

چھٹی صدی کے سرے پر دین کا مجدد وغازی غازان خاں بن ارغوان خان بن ہلاکو خان ہوا جب دین اسلام ترکستان کے کفار کے غلبہ واستیلائے

کے محافظ وہی ہیں۔ اور نیز علوم انبیا و مرسلین کے وارث اور کہ علوم دین اور فرائض اسلام اون سے سیکھیں۔ اور ان کی تابعداری اور عزت کو لوازمات میں سے شمار کریں۔

جونہی سلطان کی زبان سے یہ کلمات نکلے تمام حاضرین مسجد نے ایک ساتھ پیغمبر اور آل پیغمبر پر درود بھیجنا شروع کر دیا۔ پھر سلطان نے کہا جب آل محمد میں سے اوّل علی اور آخری محمد مہدی موعود ہیں۔ تو ہم پر لازم ہے کہ ملکِ محمد میں ان کی اولاد کے اذن بغیر تصرف نہ کریں۔ اور اگر بلا اذن کریں تو غاصب ہونگے۔ جب سلطان کے یہ کلمات خاص و عام کے کانوں تک پہنچ گئے۔ تو سب علما نے اسے تسلیم کیا۔ علما کی تسلیم کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ جب حقیقت یہ ہے تو لازم ہے کہ خطبہ اہل بیت کے نام کا پڑھا جائے۔ اور سکہ ان کے نام سے مضروب ہو۔ علماء سے یہ فتویٰ دلانے کی وجہ سے الجایتو سلطان مروّج دین شریعت قرار پاتا ہے۔

آٹھویں صدی کے آغاز پر امیر صاحب قرآن نے امصار و اقطار عالم میں شریعت کو رواج دے کر سادات و علماء کا اعزاز و احترام کیا

اور فدیت آل رسول اللہ کے اذن سے ملک میں تصرف کیا۔ (ترجمہ ختم شد)

دین و شریعت کے اہتمام سے فارغ ہو کر میں نے اپنی سلطنت کے کارخانے کا قاعدہ و قانون مرتب کیا۔ اور اپنی سلطنت کے مراتب کے متعلق جو ضابطہ و قاعدہ بنایا۔ اوسپر عمل کرتا رہا۔ اس غرض کے لئے میں نے یہ قواعد قائم کئے۔

اوّل یہ کہ اپنی سلطنت کے قواعد کو دین اسلام اور شریعت خیر الانام اور آں حضرت کے واجب الاحترام اصحاب اور آل کی محبّت سے استوار کیا۔ اور اپنی سلطنت کے مرتبہ کی نگہداشت ضوابط و قوانین سے اس طرح کردی کہ کسی کو میری سلطنت میں دست اندازی کی جرأت نہ پڑ سکتی تھی۔

دوم سپاہ اور رعیت کو اُمید اور خوف کے مرتبہ میں رکھتا۔ دوست و دشمن سے مروت اور مدارا کا سلوک مرعی رکھہ کر ان کی گفتار و کردار سے تحمل و تغافل کے ساتھ درگذر کرتا اور دوست و دشمن میں سے جو شخص مجھ تک کوئی التجا لاتا تو دوستوں سے ایسی مروت کرتا کہ ان کی دوستی اور بڑھ جاتی۔ اور دشمنوں سے ایسا سلوک کرتا کہ ان کی دشمنی دوستی

سے بدل جاتی۔ اگر کسی شخص کا مجھ پر کچھ حق ہوتا۔ تو اُسکے حق کو کبھی ضائع نہ کرتا
اور اگر کسی سے جان پہچان ہو جاتی تو اُسے کبھی نظر سے نہ گراتا۔ ان تمام لوگوں
کو جو دولت و سلطنت کی ابتدا کے زمانہ میں میری طرف رجوع لائے تھے۔ خواہ وہ
نیک تھے یا بد۔ اور خواہ مجھسے نیکی کی تھی یا بدی جونہی تخت سلطنت پر بیٹھا اپنے
احسان کا شرمندہ بنالیا۔ ان کی بدیوں کو جو مجھ سے کی تھیں بھول گیا۔ اور
انکے نامۂ اعمال پر عفو کا خط کھینچ دیا۔

سوم کسی شخص سے انتقام لینے کے درپے نہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے
مجھ سے بدی کی تھی خدا کے سپرد کیا۔ ارباب شجاعت اور مردان کارکردہ آزمودہ
کار کی خاطر و مدارات کرتا۔ اور اصیل لوگوں سادات و علما و فضلا کو پاس بلاتا اور ہمدم
یار دینا اور شریروں بدنفسوں اور لئیموں کو اپنی مجلس سے دور رکھتا۔

چہارم خلق خدا کو کشادہ روئی اور رحم و شفقت سے اپنا گرویدہ بنالیا
عدل و انصاف سے رام کر لیا۔ اور جور و ظلم سے دور رہا۔ ان ایام میں میرے
پیر نے مجھے بذریعہ مکتوب۔ ابو المنصور تیمور ایدہ اللہ تعالٰے کو معلوم رہے کہ
سلطنت کا کارخانہ خدائی کارخانہ کا ہی ایک نمونہ ہے۔ کہ جس میں عملہ فعلہ۔
نائب اور حاجب ہوتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ اپنے کام میں مشغول

رہتاہے۔ اور اپنے مرتبہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور امر الہی کا منتظر رہتاہے۔
پس تجھی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ سپہ سالاروں۔ کارکنوں۔ عمال۔ لشکریوں
اور وزرا میں سے ہر ایک اپنی اپنی حد کے اندر رہ کر حکم کا منتظر رہے۔ اسی
طرح ہر قوم اور گروہ کو اپنے اپنے مرتبہ پر قایم رکھہ۔ تاکہ تیری سلطنت
کا نظام و انتظام درست رہے۔ اور اگر تو نے ہر چیز اور ہر شخص کے متعلق حفظ
مراتب کا انتظام نہ کیا تو امور سلطنت میں بہت خلل اور فساد رونما ہو جائیگا
پس لازم ہے کہ تو ہر چیز اور ہر شخص کا پایۂ قدر و منزلت نگاہ رکھے۔ اور آل محمد
کے مرتبہ کو تمام مرتبوں سے اعلے و برتر رکھہ کر ان کی تعظیم و تکریم بجا لاتا رہے۔
اور ان کی محبت میں افراط کرنے کو اسراف نہ سمجھے۔ کیونکہ جو کچھہ خدا کے لئے
ہے اسمیں اسراف کا شایبہ نہیں ہو سکتا۔ اور سلطنت کے بارہ گروہوں سے
اپنے آپکو آراستہ و پیراستہ رکھہ۔ والسلام۔

جب اپنے پیر کا یہ خط مجھ کو ملا۔ میں نے ان کے ارشادات کی تعمیل میں
مراتب سلطنت کو نسق و انتظام سے آراستہ کیا۔ اور مرتبۂ سلطنت کو ضوابط
و قانون سے مزین کیا۔ اور بارہ گروہوں سے اپنی سلطنت کو مستحکم بنایا۔
اور ان بارہ گروہوں کو آسمان کے بارہ برجوں اور سال کے بارہ مہینوں

کی طرح اپنی سلطنت کے کارخانہ کے بارہ ستون قرار دیا۔

اوّل گروہ سادات علما مشائخ اور فضلا کو اپنے ہاں بار دیا۔ اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ میں آمد وشد رکھتے اور میری مجلس کو زیب وزینت آراستہ کرکے مسائل علوم دینی و حکمی و عقلی کا چرچا رکھتے اور میں حلال وحرام کے مسائل اُن سے پوچھتا رہتا۔

دوسرا گروہ عقلمندوں اور اصحاب مشورت و ارباب حزم و احتیاط اور پیرانہ سال مرومان عاقبت اندیش کا تھا جن کو میں اپنی مجلس خاص میں بار دیتا اور اُن سے صحبت رکھ کر فائدہ اُٹھاتا اور تجربہ حاصل کرتا۔

تیسرا گروہ ارباب دعا کا تھا جنہیں محترم رکھتا اور خلوت میں اون سے دعائے خیر کی التجا کرتا۔ اور ان کو دعو کرکے مجالس و محافل رزم و بزم میں اون سے برکت کامل پاتا اور جنگ کے ایام میں ان کی طفیل فتح وظفر کا منہ دیکھتا۔ چنانچہ جس وقت میر الشکر توقتمش خاں کی لشکر کی کثرت سے جنگ میں مضطر ہوا تو میر ضیاء الدین سبزواری نے کہ صاحب الدعوت تھے اپنا سر ننگا کرکے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اوس کا اثر ظاہر ہوگیا اسی طرح ایک وقت میرے حرم میں سے ایک کو نہایت سخت مرض لاحق

ہو گیا۔ بارہ دعا گو سید جمع ہوئے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی عمروں سے اوسے ایک ایک سال بخشدیا۔ وہ تندرست ہوگئی اور بارہ سال اور زندہ رہی۔

چوتھے گروہ اُمرائے و سرہنگان و سپہ سالاران کو اپنی مجلس میں اذن دے رکھا تھا۔ اور عالی مرتبے ان کو سربلند کرتا۔ اور صحبت رکھ کر ان سے باتیں پوچھتا۔ ارباب شجاعت کو جو تلوار کے جوہر دکھا چکے ہوتے دوست رکھتا اور جنگ معرکہ آرائی میں درآنے اور اس سے باہر نکلنے۔ دشمن کی صفوں کو الٹ دینے اور برباد کرنے اور حرب و ضرب اور چپقولش ہائے کے متعلق اون سے سوال کرتا۔ معاملات سپاہگری میں اون پر اعتماد رکھتا۔ اور اون سے مشورہ لیتا۔

پانچویں گروہ سپاہ و رعیت کو ایک آنکھ سے دیکھتا۔ فوج کے بہادروں کو کمربند و ترکش خاصہ سے ممتاز کرتا۔ اور ہر ملک کے نمبرداروں اور رئیسوں اور معززین مملکت کو محترم رکھ کر اونہیں انعام دیتا۔ اور اون سے نفع اُٹھاتا سپاہ کو پیش نظر رکھتا۔ تنخواہ مطالبہ سے پہلے ادا کر دیتا چنانچہ روم کی مہم میں سات سال کی تنخواہ گذشتہ و آئندہ ایک دم سپاہ کو دیدی۔ اور سپاہ و رعایا کو اسطرح ضبط و قابو میں رکھتا کہ کوئی ایک دوسرے پر جور و تعدی نہ کر سکتا۔

جملہ سپاہ کو اپنے اپنے درجہ پر ایسا پابند رکھتا کہ کوئی اپنی حد سے ایک قدم آگے نہ دھر سکتا۔ ان کے مرتبہ کو نہ دن بدن بلند بلند کرتا جاتا۔ اور نہ لپست لپست اور جس کسی سے کوئی نمایاں خدمت ظہور میں آئی اوسے فتحنامہ اور انعام سے ممتاز کرتا۔ اور عام سپاہ میں سے جس کسی کو بلحاظ عقل و شجاعت اہل پاتا اوسے تربیت دیتے رہنے سے امارت کے درجہ تک پہنچا دینا۔ اور اون کی کارگذاریوں کے حسب حال ان کے مراتب میں اضافہ کرتا رہتا۔

چھٹا گروہ راسخ الاعتقاد اور معتمد خردمندوں کا تھا۔ جو اس قابل پائے گئے کہ امور سلطنت کے راز اون کی تحویل میں رکھوں اور معاملات سلطنت میں اون سے مشورہ کیا کروں۔ اس گروہ کو میں نے اپنے پوشیدہ اسرار کا امین اور اپنے تمام مخفی امور اور اسرار کا انہیں نگہدار بنایا۔

ساتواں گروہ میں نے وزیروں نویسندوں اور اپنی سلطنت کے دیوان کے منشیوں سے آراستہ کیا۔ اور ان کو اپنے ممالک کا آئینہ دار بنا کر ان کا فرض یہ قرار دیا کہ وقائع ملک و مملکت اور سپاہ و رعیت کے حالات و کوائف مجھ پر واضح کرتے رہیں۔ وہ میری سپاہ۔ رعیت اور خزانہ کو معمور رکھتے۔ جہاں کہیں ملک میں کوئی رخنہ پڑ جاتا۔ اوسے درست و مناسب تدبیر سے بند کرتے۔ میری

سلطنت کے کارخانہ کے ابواب آمدنی وخرچ کو مضبوط بنانے رہتے اور ملک کی توقیر معموری میں سعی کرتے۔

آٹھواں گروہ حکمار واطبّا ومنجمان اور مہندسوں کا تھا۔ جو لہ کارخانہ سلطنت کا مصالح منصو ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اپنے گرد جمع کیا حکما، واطبّا کے اتفاق سے بیماروں کا معالجہ کرتا۔ اور منجموں کے طبقہ سے ستاروں کے ایّام کی سعادت ونحوست ان کی حرکت اور افلاک کی گردش کی کیفیت مشخّص کرتا اور مہندسوں (انجنیروں) کے اتفاق سے عالیشان عمارتیں تعمیر کیں۔ اور باغات کو تیار کرایا۔

نواں گروہ محدثوں اور ارباب اخبار وقصص کا تھا۔ ان لوگوں کو میں اپنے تک بار دیتا۔ اور ان سے انبیاؑ واولیا کے قصے اور سلاطین زمانہ کے حالات کہ کس طرح مرتبہ سلطنت تک پہونچے اور کیسے ان کی حکومتوں میں زوال آیا۔ سنا کرتا تھا۔ اور ان کے کوائف وقصص اور ہر ایک کی گفتار وکردار سے تجربہ حاصل کرتا۔ دنیا کے حالات وآثار بھی ان لوگوں سے سننا اور اسطرح احوال عالم سے آگاہی پاتا رہتا تھا۔

دسواں گروہ مشائخ وصوفیوں اور خدا رسیدہ عارفوں کا تھا۔ میں

ادن سے قریب ہوا۔ اون سے صحبت رکھتا۔ فوائد آخرت حاصل کرتا۔ خدا کی باتیں سُنتا اور ان کے خوارق عادات۔ اور کرامات مشاہدہ کرتا۔ ان لوگوں کی صحبت سے مجھے کامل سرور اور حضور قلب حاصل ہوتا۔

گیارہواں گروہ ہر قسم و صنعت کے ارباب صنعت کو اپنے دولت خانہ میں جمع کیا۔ ان کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ سفر و حضر ہر دو صورت میں سپاہ کی ضروریات کو تیار رکھا کریں۔

بارہواں گروہ۔ ہر ملک کے مسافروں۔ سیاحوں اور جہاں نوردوں کی خاطر داری کرتا۔ تاکہ ممالک عالم کی خبریں مجھ تک پہنچاتے رہیں تاجروں اور قافلہ سالاروں کو ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ ختا و ختن چین ماچین۔ ہندوستان و ممالک عرب مصر و شام و روم اور جزائر فرنگ الغرض جس ملک و علاقہ میں جائیں وہاں سے میرے لئے متاع نفیس اور مناسب تحائف لایا کریں۔ اور وہاں کے باشندوں کے اوضاع و اطوار و احوال سے مجھ آگاہ کرتے رہیں۔ اور یہ بھی پڑتال کر آیا کریں کہ ہر ملک کے حکام کا سلوک اپنی رعایا سے کیسا ہے۔

ترک و تاجیک اور عرب و عجم لوگوں میں سے جو میرے پاس التجا لاتے

ان کے لئے میں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ اون میں سے جو اشخاص سادات و علما ہوں ان کا اعزاز و احترام کیا جائے۔ اور وہ جو غرض لے کر آئے ہوں اوسے پورا کرکے ہر طرح سے ان کی خاطر داری کیجائے۔ اگر وہ لوگ سپاہی پیشہ ہوں تو ان کو ملازمت میں لے کر حسب لیاقت پرورش کیجائے۔ اگر ارباب حرفت و صناعت ہوں تو سلطنت کے کارخانوں میں اونہیں کام پر لگا دیا جائے۔ جو فقیر و مساکین ہوں۔ ان میں سے جس قدر کسی کام کی استطاعت و اہلیت رکھتے ہوں اونہیں مناسب حال خدمت پر مامور کر دیا جائے۔

تجارت کی رونق کے لئے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی تاجر کا راس المال ضائع ہو جائے اس کو اس قدر روپیہ دیدیا جائے کہ وہ پھر اپنا راس المال بہم پہنچا لے۔ اسی طرح جو مزارعہ و کاشتکار زراعت و کاشتکاری کے سامان سے محروم ہو جائے اوسے لوازمات زراعت و آبادی دیئے جائیں۔ اور جو لوگ سپہ گری کا پیشہ اختیار کرنا چاہیں ان کو سپاہی بنا لیا جائے۔ اور اگر سپاہی زادہ شجاع و اصیل ہو تو خواہ وہ کسی گروہ کا ہو اُسے منصب دیکر مناسب حال تربیت دیں۔

میرا ایک حکم یہ تھا کہ خواہ کوئی شخص کسی طائفہ و گروہ کا میری مجلس

میں آئے اوسی میری سلطنت کے خوان نعمت سے محروم نہ لوٹایا جائے جس شخص کو مجھ تک بار دلایا جائے اور میری نظر اوسپر پڑ جائے اُسے اُس کے حسب حال خلعت وانعام دیا جائے۔ اور جو شخص گناہ گار ہو یا بے گناہ میری عدالت کے ایوان میں حاضر ہو جائے اُسی بخشدیا جائے اور دوسرے دنبیرے گُناہ پر اوسی خطا کے مناسب حال سزا دی جائے۔

اپنی سلطنت کی مضبوطی واستقلال کے لئے یہ انتظامات کیے:۔

بارہ چیزوں کو میں نے اپنا شعار بنایا۔ تاکہ باستقلال تمام تخت و سلطنت پر متمکن رہوں۔ اور مجھے اس کا تجربہ ہو گیا ہے۔ کہ جو بادشاہ ان بارہ چیزوں سے عاری ہو سلطنت سے بہرور نہیں ہو سکتا۔

اولاً چاہیئے کہ قول وفعل خود اس کا اپنا ہو۔ یعنی سپاہ ورعیت جانتی رہے کہ جو کچھہ بادشاہ کہتا اور کرتا ہے۔ خود کہتا اور کرتا ہے کسی دوسرے کو اس میں دخل نہیں۔ پس لازم ہے کہ بادشاہ دوسروں کے قول وعمل پر اس طریق سے عمل نہ کرے کہ وہ مرتبہ سلطنت میں شریک ہو جائیں۔ اگرچہ یہ لازم ہے کہ تمام اشخاص کی اچھی باتوں کو خوب سُن لیا کرے۔ مگر نہ اس طور سے کہ وہ قول وفعل سے امور سلطنت میں شریک ہو

غالب ہو جائیں۔

دوم سلطان کو لازم ہے کہ ہر امر میں عدالت سے کام لے۔ اور وزرائے منصف و عادل کو اپنی خدمت میں مامور کرے۔ کیونکہ اگر بادشاہ ظالم ہو تو وزیر عادل اسکا تدارک کر لیتا ہے۔ لیکن اگر وزیر ظالم ہو تو جلد خانہ سلطنت خراب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امیر حسین کا ایک وزیر تھا بڑا ظالم۔ جو حق و ناحق سپاہ و رعیت سے جرمانے وصول کرتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس بے انصاف وزیر کے ظلم سے امیر حسین کی سلطنت خراب ہو گئی۔

سوم ہر امر و نہی میں استقلال سے کام لے۔ اور بذات خود حکم دے تاکہ کسی دوسرے کو اس حکم میں دخل دینے اور اوسے بدلنے کی تاب ہی نہ رہے۔

چہارم اپنے ارادہ پر پکا رہے۔ اور جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اوسے توڑے نہیں۔ اور جب تک اوسے اتمام تک نہ پہنچائے اس سے باز نہ آئے

پانچواں امر اجرائے احکام ہے۔ جو حکم دے چاہیئے۔ کہ وہ جاری بھی ہو جائے۔ اور کسی کو اس حکم کے رد کرنے کی جرات نہ ہو۔ خواہ اس حکم

سے ضرر ہی متصور ہو۔ چنانچہ میں نے سنا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ایک
پتھر کی نسبت حکم دیا کہ غزنی کے میدان میں ڈال دیا جائے۔ اوس پتھر سے
لوگوں کے گھوڑے بدک جاتے تھے۔ مگر ہر چند لوگوں سنے عرض کیا کہ اس پتھر کو
راستے سے اٹھوا دیا جائے یہی جواب دیتا کہ میں نے حکم دیا ہے۔ اپنے حکم سے
نہیں ہٹ سکتا۔ اور اسکے خلاف حکم نہیں دیسکتا۔

ششم اپنی سلطنت کے امور کو مستقل طور پر کسی دوسرے کے سپرد نہ
کرے۔ اور عنان اختیار دوسرے کے ہاتھ میں نہ دے۔ کیونکہ دنیا غدار
ہے۔ اور اسکے بیشمار عاشق ہیں۔ زیادہ عرصہ نہ گذرے گا کہ وہ شخص جسے
اختیار دیا گیا ہے سلطنت پر مائل ہوکر مرتبہ سلطنت پر متصرف ہو جائے گا
جیسا کہ سلطان محمود سے اس کے وزرا نے کیا۔ اور ادسے مرتبہ سلطنت سے
برطرف کرکے خود متصرف و قابض ہو گئے۔ پس لازم ہے کہ امور سلطنت
کو چند معتبر و معتمد اشخاص کے تابع کردے۔ تاکہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول
رہے۔ اور سلطنت کے تبضہ کی طمع نہ کر سکے۔

ہفتم۔ امور سلطنت میں ہر شخص کی بات سنی جو اچھی معلوم ہو اوسے
خزینۂ دل میں محفوظ رکھکر مناسب وقت پر کام میں لائے۔

ہشتم۔ امور سلطنت اور معاملات سپاہ و رعیت میں ہر شخص کے قول و فعل پر عمل نہ کرے۔ امراء وزراء میں سے اگر کوئی کسی شخص کے حق میں کوئی بات اچھی یا بری کہے تو اوسے سن ضرور لے۔ مگر جب تک حقیقت حال ظاہر نہ ہو جائے اوسپر عمل نہ کرے۔

نہم۔ اپنی سلطنت کا رعب سپاہ و رعایا کے دلوں میں اس طور سے بٹھا دے کہ کسی کو اس کے احکام سے سرتابی کا یارا نہ رہ جائے اور اسکی تابعداری و متابعت سی سرکشی نہ کر سکے۔

دہم۔ جو کچھہ کرے اپنی ذات سے کرے۔ اور جو کچھہ کہے اوسپر راسخ رہے کیونکہ بادشاہ کے پاس حکم فرمائی کے اعزاز کے سوا درحقیقت اور کوئی چیز نہیں ہوتی خزانہ۔ لشکر رعیت جو کچھہ کہو بادشاہوں کے لئے اون کا یہی حکم ہوتا ہے۔

گیارہویں۔ امور سلطنت اور اپنے احکام کے اجرا میں اپنی آپکو بے شریک ہو جانے اور کسی کو سلطنت میں شریک نہ بنائے۔

بارہویں۔ اپنی مجلس کے لوگوں کے حالات سے باخبر رہے۔ اور نیز شاہی بہ سنے۔ کیونکہ اکثر عیوب کے متلاشی رہتے اور باہر خبریں پہنچا دیتے ہیں

اور بادشاہ کی گفتار و کردار سے امراء و وزرا کو مطلع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ صورت مجھے بھی پیش آئی۔ کیونکہ میری مجلس خاص کے چند آدمی امرا، و وزرا کے جاسوس ثابت ہوئے۔

قانون نگہداشت سپاہ

میں نے حکم دیا کہ جب دس اصیل و کار کردہ سپاہی جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو جو جوہر شجاعت و مردمی سے ممتاز ہو باقی نو اشخاص کی صلاح و رضامندی سے ان پر امیر بنا دیا جائے۔ اور اس کا نام اون باشی (دہ باشی) رکھا جائے۔

اور جب دس اون باشی جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو جو کارگذاری و کاردانی سے آراستہ ہو ان پر امیر بنا کر یوز باشی (سردار صد نفری) کا نام دیا جائے۔ اور جب یوز باشی جمع ہو جائیں تو کسی عاقل اصیل بہادر اور مردانہ امیرزادہ کو ان پر افسر بنا کر بیک (مین) باشی و امیرزادہ کا خطاب دیا جائے۔

اون باشیوں کو میں نے اختیار دیدیا کہ ان کے ماتحتوں میں سے اگر کوئی مر جائے یا بھاگ جائے تو اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر لیں۔ اسی طرح یوز باشیوں کو اون باشی کے تقرر کا اور مین باشی کو یوز باشی کے تقرر کا اختیار دے کر حکم دیا

کہ فوت یا فرار اور دوسرے کے تقرر کی رپورٹ باقاعدہ میرے حضور میں ارسال کیا کریں۔ نیز حکم دیا کہ چار یلچار (جنگی قواعد و خدمت) اور امور سلطنت میں بن باشی کا حکم یوز باشی پر۔ یوز باشی کا اون باشی پر اور اون باشی کا ماتحت نفری پر جاری ہوگا۔ اگر کوئی عدول حکمی کرے تو اسے سزا دیجائے۔ اگر چار یلچار میں کوتاہی کرے تو اسے خارج کرکے دوسرے کو مقرر کردیں*

سپاہ کی تنخواہ مقرر کرنے کا قانون و قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ سپاہ کے امراء بن باشیوں۔ یوز باشیوں۔ دہ باشیوں اور سوار سپاہی کا علوفہ اس طرح مقرر کریں۔

سوار سپاہی کا علوفہ بشرط اصالت و سپاہگری اس کی گھوڑی کی قیمت کے برابر مقرر کیا جائے۔ اور بہادروں کا علوفہ دو سے چار گھوڑوں کی قیمت کے برابر معین ہو۔ اور اون باشی کا علوفہ ماتحت سپاہی کے دس گونہ علوفہ کے برابر ہو۔ یوز باشی کا علوفہ اون باشی کے دگنے علوفہ کے برابر اور بن باشی کا یوز باشی سے تگنا۔

اور حکم دیا کہ سپاہ میں سے جو کوئی چار یلچار میں کوتاہی کرے اوسکی تنخواہ میں سے

دسواں حصہ کم کردیں۔ اور کہ اون باشی اپنی تنخواہ یوزباشی کی تصدیق پر لے۔ یوزباشی بن باشی کی تصدیق پر اور بن باشی امیرالامرا کی تصدیق پر۔ امیرالامرا کا علوفہ اس کے ماتحتوں کے دہ گونہ کے برابر مقرر کیا۔ اور دیوان بیگی و وزرا کا امرا سے دس گنا۔ لسا دلوں وجا دلوں (ترتیب دہندگان) اور تلقچیوں (تحصیلوں) کا علوفہ ایک ہزار سے دس ہزار تنکہ۔

اہل مجلس و دربار کے سادات علما فضلا حکما اطبا منجموں داستان گویوں اور قصہ خوانوں کے لئے ان کے حسب حال سیورغال (جاگیر) وظیفہ اور تنخواہیں مقرر کیں۔ اور پیادہ سپاہی خدام اور فراشوں کی تنخواہ ایک سو سے ایک ہزار تنکہ معین کی۔ اور حکم دیا کہ امیرالامرا اپنی تنخواہ دیوان بیگی اور وزرا کی تصدیق سے وصول کیا کرے۔ اور دیوان بیگی اور وزرا میں سے ہر ایک کی تنخواہ کے کاغذات میرے حضور پیش ہوں پھر تنخواہ ملا کرے۔ نیز حکم دیا کہ سپاہ میں سے ہر ایک شخص کو اسکی تنخواہ کا (یرلیغ) پرچہ و سند لکھ کر حوالہ کیا جائے۔ اور جو رقم اوسے ادا کی جائے اوس یرلیغ کی پشت پر اس کی وصولی درج کیا کرے۔

تنخواہ کی برآمدگی اور سپاہ تک پہنچانیکا قاعدہ

حکم دیا کہ پیادہ سپاہ۔ تلقچیوں۔ یسا ولوں اور جاولوں کی ایک سالہ
تنخواہ خزانہ سے برآمد کر کے دیوان خانہ میں لائی جایا کرے۔ اور وہاں ان کو
ادا ہوا کرے۔ اور کہ تمام سوار سپاہ اور بہادروں کی ششماہی تنخواہ خزانہ سے
برآمد کر کے ادا ہوا کرے۔ اون باشی اور یوز باشی کو شہری و ملکی مال ایالی
سے نقد ادائیگی کی برات (برواز) ماہبہ ملا کرے۔ بن باشیوں کو صوبوں
میں نقد تنخواہ کے عوض بتول (جاگیریں) دی جائیں۔ اور امرا اور امیرالامرا
کو سرحدوں پر صوبے عطا ہوں۔ ان صوبوں کی تقسیم اس طرح کی جائے
کہ تمام ممالک اور ولایات (صوبجات) کی آمد کو تقسیم کر کے کم و بیش رقم کی یرلیغیں
تحریر کی جائیں۔ اور ان یرلیغوں کو دیوان خانہ میں لا کر ہر ایک امیر اور بن باشی
کو ایک ایک یرلیغ دی جائے۔ اگر کسی یرلیغ (فرمان و پروانہ شاہی) کی رقم
اس کی تنخواہ کی مقدار سے زیادہ ہو تو کسی دوسرے کو اسکے ساتھ شامل
کر دیں۔ اور اگر کم مقدار ہو تو دوسرے کے یرلیغ میں حصہ دار بنا دیا جائے۔
اور حکم دیا کہ کوئی امیر اور بن باشی اپنی یرلیغ کی رقم اور جہالت وجوب

زائد) کی وصولی میں رعایا سے اصل مال اور ساوری و فنلغہ اور شیلان سے ہرگز زیادہ طلب نہ کرے۔ شیلان معاوضہ طعام کا ٹیکس تھا۔ ساوری پیشکش کو کہتے ہیں۔ اور فنلغہ بھی ایک زائد ٹیکس تھا۔ (جس طرح ہندوستان میں اب بھی زمینداروں یعنے رعایا سے اصل مالیہ پر ۲۵-۲۶ فیصدی کی مقدار میں زائد ٹیکس یا حبوب لوکل ریٹ (تعلیم سڑک وغیرہ) پٹوار ملبہ وغیرہ کی بابت لئے جاتے ہیں۔ یہاں بھی جب جاگیردار اصل مالیہ اور حبوب خود وصول کرتا ہے تو اس کا حق صرف اصل مالیہ پر ہوتا ہے زائد حبوب کی رقم وہ پھر سرکار کو ادا کر دیتا ہے۔ وملن} اور حکم دیا کہ جس مملکت اور صوبہ کو جاگیر میں دیا جائے۔ اسمیں دو وزیر مامور کئے جائیں۔ ایک ملک کی جمع و آمدنی کو ضبط تحریر میں لاتا رہے اور رعیت کا انتظام کرے۔ تاکہ رعیت کے حال میں خرابی واقع نہ ہو۔ اور جاگیردار رعایا پر ظلم و تعدی نہ کر سکے۔ اور جو کچھ وصول کرے اسی خزانہ میں جمع کراتا رہے۔ اور دوسرا وزیر خرچ کا حساب رکھے۔ اور آمدنی کو سپاہ پر تقسیم کرے۔ اور کہ ہر امیر کو جسے جاگیر ملی ہو تین سال تک جاگیرداری پر قائم رکھنے کے بعد ملاحظہ کیا جائے۔ اگر اس کا ملک آباد اور رعایا خوش ہو تو اسی جاگیر مسلم کر کے اس ولایت کو پھر شاہی میں واپس لے لیا جائے۔ اور اس جاگیردار

کو تین سال تک کوئی علوفہ نہ دیا جائے۔

نیز حکم دیا کہ رعایا سے مالیہ محض رعب اور ڈر سے وصول کیا جائے نہ کہ زدو کوب سے۔ کیونکہ جس حاکم کا حکم چابک و تازیانہ سے کمتر اثر رکھتا ہو وہ حکومت کے لائق نہیں۔

فرزندوں اور پوتوں کے مواجب مراتب

حکم دیا کہ فرزند اول محمد جہانگیر جو میرا ولی عہد بھی ہے۔ بارہ ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت کی آمدنی لیا کرے۔ اور دوسرا لڑکا عمر شیخ دس ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت کی آمدنی لے۔ تیسرا لڑکا میران شاہ نو ہزار سواروں کا علوفہ لیا کرے۔ اور ایک ولایت کی آمدنی۔ چوتھا لڑکا شاہرخ سات ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت لے۔ پوتوں کے لئے ان کی استعداد کے حسب حال تین ہزار سے سات ہزار تک سواروں کا علوفہ اور صوبے مقرر فرمائے۔ اور دوسرے لوگوں کو جو مجھ سے قرابت رکھتے تھے ان کی لیاقت و اصلیت اور امارت و ریاست کے مطابق امیر اول سے لیکر امیر ہفتم تک کے مرتبے عطا کئے جانے کا حکم دے کر فرمان کیا کہ ہر ایک اپنے مرتبہ کی حد کے اندر رہ کر اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے۔ جب اسکے خلاف ظاہر ہو تو باز پرس کیجائے۔

میں نے بیٹوں، خویشوں اور امراء و وزرا کی سیاست کے معاملہ میں حکم دیا کہ اگر بیٹوں میں سے کوئی سلطنت کا مُدعی بن جائے تو اسے مارنے اور باندھنے کی جرأت نہ کی جائے۔ نہ اسکے کسی عضو کو ناقص و بیکار کیا جائے۔ بلکہ صرف نظر بند اور قید کر دیا جائے۔ تاوقتیکہ وہ اپنے دعوی سے باز نہ آجائے اور اس طرح سے خدا کا ملک فساد سے محفوظ ہو جائے۔

پوتوں اور خویشوں میں سے اگر کوئی مخالفت کرے تو اُسے درویش بنا دیا جائے۔ امراء غربا ملک کا حصار ہوتے ہیں۔ اس لئے کام کے وقت ان میں سے کسی سے نفاق ظاہر ہو تو اس کو امارت و ریاست سے معزول کر دیا جائے اور اگر کسی سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جس سے ملک میں فساد برپا ہو تو اسے امراء کے تابع گروہ میں تنزل کر دیا جائے۔ اور اگر سپاہگری کے کاموں میں سستی دکھائے تو اُسے منشیوں کے زمرہ میں داخل کر دیا جائے۔ اگر پھر بھی اس سے کوئی تقصیر اور کوتاہی سرزد ہو تو اسے پھر بار نہ دیا جائے۔ اور ملازمت سے الگ کر دیا جائے۔ وزراء کے معاملہ میں جو کہ سلسلہ دولت کے معتمد اور معتبر ہوتے ہیں حکم دیا کہ اگر کسی سے امور سلطنت میں خیانت ظاہر ہو اور زوال سلطنت کا ارادہ کر لیا ہو تو اس کے قتل کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ بلکہ تحقیقات

کیجائے۔ کہ ان پر الزام لگانے والا اور اس کے گواہ کیسے لوگ ہیں۔ اور اول
ان لوگوں کی راستی اور درست گوئی کا پورا پورا امتحان کیا جائے۔ کیونکہ حاسد
اور مفتری بہت ہوتے ہیں۔ جو محض طمع و حسد کیوجہ سے جھوٹی بات کو راستی کا
لباس پہنا دیتے ہیں۔ تاکہ اپنی غرض نکال لیں۔ اس طرح سے لیئم سفلوں میں
سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو دشمنان دولت سے ملکر دولت کو مکاری و حیلہ گری
سے خراب کرکے حصار مملکت میں از راہ مکر و غدر رخنہ ڈال دیتے ہیں۔
چنانچہ امیر حسین بیگ نے میرے ایک وزیر سے سازش کرکے اسے آمادہ کیا
کہ مجھکو امیر تیمور اور امیر جاکو سے کہ میری سلطنت کے بازو تھے برگشتہ کردے
میں اس راز کو فراست سے پا گیا۔ اور جو باتیں ان کے برخلاف مجھے کہی جاتی تھیں
ان کو ان سنی سمجھتا۔ اسی طرح میرے مقربوں میں سے چند لوگوں نے از روئے
حسد و نفاق امیر عباس کی نسبت جو معتبر امراء کلاں میں سے تھا جھوٹی باتیں
خلوت و جلوت میں سناتے رہے کہ آخر مجھے ایسا بدظن اور برافروختہ کردیا کہ میں
بلا تجربہ و تحقیقات ایک دن غضب میں آکر اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ مگر آخر کار
حقیقت کھل گئی کہ ان لوگوں نے امیر عباس کے حق میں محض غداری و بے ایمانی
کی تھی۔ تو اسوقت سخت نادم اور پشیمان ہوا۔

صیغہ مال کے وزرا میں سے جو خزانہ اور مملکت میں اگر کوئی سرکاری مالیات میں تغلب و تصرف کرے اور اس تغلب کی مقدار اس کی تنخواہ کے برابر ہو تو اسے انعام کی رقم میں محسوب کر لیا جائے۔ اور دو تنخواہوں کے برابر تغلب کیا ہو تو انکی تنخواہ میں سے مجرا کریں۔ اور اگر تین تنخواہوں کے برابر تصرف کیا گیا ہو تو پیشکش گویہ رقم اون سے وصول کریں۔ اور میں نے حکم دیا کہ اعتبار و اعتماد کے مسلک سے نہ پھیرا جائے جسپر پہلے اعتبار کیا ہو۔ اس کو بے اعتبار نہ بنایا جائے۔ تاکہ سلطنت کو خطا کار نہ سمجھا جائے۔ اور ارباب غرض و اشرار اور حاسدوں کی باتیں وزیروں کے حق میں نہ سنیں۔ کیونکہ اس طبقہ کے ہمیشہ بہت دشمن ہوتے ہیں۔ سب اہل عالم دنیا طلب ہوتے ہیں۔ اگر وزرا ان کی رعایت کریں تو خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اگر رعایت نہ کریں تو لوگ ان کی دشمنی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔

چغتائے خاں (پسر چنگیز خاں) کا ایک وزیر تھا۔ مامورین خزانہ نے اس کے نام کئی ہزار طلائی اشرفیوں کی رقم لکھ رکھی تھی۔ ایک دن یہ حساب خاں کے ملاحظہ میں لائے۔ تو اس نے وزیر کو مخاطب کر کے غصہ سے کہا تو پست فطرت آدمی ظاہر ہوا ہے۔ کہ میرے جیسے بادشاہ کا وزیر ہو کر میری مملکت میں سے ایسی تھوڑی سی رقم پر تصرف کیا۔ وزیر عقلمند تھا سمجھ گیا کہ یہ عتاب درحقیقت احسان اور اسکی

خطا کی پردہ پوشی ہے۔ اسی وقت گیا اور جو کچھ پاس تھا لاکر خان کی نذر کر دیا اور اپنی عزت و اعتبار کو بچا لیا۔

سپاہ میں سے اگر کوئی شخص اپنی حد سے تجاوز کرکے کسی زبردست پر ظلم کرے تو اسے مظلوم کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ اپنی داد اس سے حاصل کرے۔

کلانتران و کدخدایان (لمبردار و سرپنچ) اگر رعایا میں سے کسی فرد پر ظلم کریں تو ظلم کی نوعیت اور ان کی استطاعت کے حسب حال ان پر جرمانہ کیا جائے اور اگر کوئی حاکم و داروغہ ازراہ ظلم رعیت کو خراب کرے تو اسے سزا دی جائے۔

اور میں نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر ثبوت جرم کے بعد گناہ گار پر جرمانہ کیا جائے تو بدنی سزا نہ دیں۔ بدنی سزا (تازیانہ) دیجائے تو جرمانہ نہ کریں۔

چور کے متعلق عام فرمان جاری کر رکھا تھا کہ جہاں ہو اور جس کسی کو ملے اسے کیفر کردار کو پہنچا دیا جائے۔ اور جس کسی نے کسی شخص کا مال چوری و تعدی سے چھینا ہو۔ اوس سے وہ مال لے کر اصل مالک کو دلوا دیا جائے باقی جرائم مثلاً کسی کے دانت توڑ دینا۔ اندھا کر دینا۔ زنا کرنا وغیرہ کا اگر کسی سے ارتکاب ہو تو اوسے دیوان میں پیش کیا جائے۔ اگر جرم امور شرعی کے

متعلق ہو تو قاضی اسلام اس کے متعلق حکم دے۔ اگر جرم ملکی ضوابط سے تعلق رکھتا ہو تو قاضی احداث تحقیقات کر کے میرے حضور رپورٹ بھیجے۔

وزراء کی نگہداشت کا قانون وضابطہ

میں نے حکم دیا کہ وزراء کے تقرر کے وقت چار صفتوں کو باحتیاط دیکھ لیا جائے۔ اوّل اصالت و نجابت۔ دوم عقل و کیاست۔ سوم سپاہ و رعیت سے نیک سلوک۔ اور اچھا برتاؤ کرنے کی عادت۔ چہارم۔ بردباری و سلامت روی۔ جو شخص ان چار اوصاف سے متصف ہو۔ صرف اُسی کو وزارت کے مرتبے کے قابل سمجھا جائے۔ اوسی وزیر و مشیر مقرر کریں۔ اور امور مملکت و معاملات سپاہ و رعیت کی عنان اس کے سپرد کرے کے اسوقت اوسی چار چیزوں سے امتیاز بخشا جائے یعنی اعتماد و اختیار و اقتدار سے۔

وزارت کے لئے پوری طرح سے اہل ایسا وزیر ہوتا ہے جو امور ملکی اور معاملات مال کا بندوبست نیکی و نیک ذاتی اور حسن سلوک سے کرتا ہو۔ جہاں سے نہ لینا چاہیئے۔ وہاں سے نہ لے۔ جہاں نہ دینا مناسب ہو۔ وہاں نہ دے اور امر و نواہی میں نجابت و اصالت کے آثار اوس سے ظاہر ہوتے ہیں

نفاق دور نمازی کی کوئی بات اس سے ہو یدا نہ ہو۔ سپاہ و رعیت میں سے
ہر شخص کا نام نیکی سے لے۔ کسی کی نسبت نہ بد کہے نہ سُنے۔ اگر کسی سے بدی دیکھے
تو ایسا سلوک کرے کہ وہ شخص بدی سے باز آجائے۔ اور اپنے سے بدی
کرنے والے کے ساتھ نیکی کرتا ہو۔ تاکہ وہ اُسکی طرف رجوع لے آئے۔

جو وزیر لوگوں کی نسبت بد کہتا اور بد سنتا ہو۔ در نمازی کرتا ہو۔ اور نیک
لوگوں کو اس کینہ کی وجہ سے جو اُسکے دلمیں ان کی نسبت ہو خراب کرے
تو اوس کو وزارت سے معزول کر دیا جائے۔ بدذاتوں۔ حاسدوں۔ کینہ
وروں اور شریروں کو وزارت نہ دی جائے۔ کیونکہ سفلوں اور اشرار کی وزارت
کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دولت و سلطنت جلد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ
ملک شاہ سلجوقی نے اپنے وزیر نظام الملک کو جو تمام نیک اوصاف سے آراستہ
تھا۔ معزول کر کے ایک شریر سفلہ کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ تو اوس کی بد نفسی
شرارت اور بد اعمالی سے بادشاہ کی سلطنت منہدم ہو گئی۔ اس طرح مستعصم باللہ
عباسی نے ابن علقمی کو جو حسد و کینہ کی بُرائیاں رکھتا تھا اپنا وزیر بنایا تو اس
شخص نے بوجہ اس کینہ کے جو اوسے خلیفہ سے تھا۔ ایک طرف منافقانہ
باتوں سے خلیفہ کو پرچائے رکھا۔ اور دوسری طرف ہلاکو خاں کو ترغیب دلا کر

خلیفہ کے سر پر چڑھا لایا۔ اور خلیفہ کو گرفتار کرکے اسکا وہ حشر کرایا جو ہوا۔

پس ایسے شخص کو ہی جو اصیل و نجیب نیکذات اور نیکوکار ہو وزیر بنایا جائے کیونکہ اصیل خطا نہیں کرتا۔ اور بد اصل سے کبھی وفا نہیں ہوتی۔ جو وزیر سلامتی نفس اور راستی سے وزارت کے فرائض سرانجام دے۔ اور امور ملکی و مالی کا انصرام دیانت و امانت اور صلاحیت سے کرے اوسی مراتب عالیہ پر ترقی دیجائے اگر کوئی وزیر شرارت و بدنفسی سے معاملات سرانجام دیتا ہو۔ تو جلد یہ نتیجہ نکلیگا کہ اس سلطنت سے خیر و برکت اٹھ جائے گی۔

دانا وزیر وہ ہے جو درشتی و نرمی دونوں سے کام لے۔ نہ بہت سخت ہو نہ ازحد نرم۔ اگر زیادہ نرمی سے کام لے گا۔ تو دنیا طلب اور طماع لوگ اوسے دبالیں گے۔ اور اگر زیادہ سختی کرے گا تو اوس سے بھاگ جائیں گے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں لائیں گے۔ پس دانا وزیر وہ ہے جو کارخانہ سلطنت کا انتظام حسن سلوک اور سمجھہ سے کرے۔ امور سلطنت میں تحمل و بردباری سے کام لے اور معاملات کو نہایت سختی و نرمی سے فیصل کرے۔ ایسے وزیر کو سلطنت میں شریک سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ سلطنت ملک و خزانہ لشکر سے قایم ہوتی ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں دانا وزیر کی مدد سے اصلاح و تکمیل

پاتی ہیں۔

جامع الاخلاق وزیر وہ ہے کہ اگر اس سے کبھی ناملائم سلوک ہو تو دل میں اس بات کا کینہ اور غصہ نہ رکھے۔ اگر کینہ ور اور منافق ہو تو اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ مبادا دشمنان دولت سے ساز باز کر کے خزانہ اور لشکر کو مختل نہ کر دے۔

عاقل وزیر وہ ہے کہ ایک ہاتھ رعیت کے سر پر رکھے اور دوسرا سپاہ پر۔ جہاں سے لینا نہ واجب ہو نہ لے۔ جہاں دینا نامناسب ہو نہ دے۔ حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ دے۔ راستی و درستی سے معاملہ کرے۔ نظر انجام کار پر رکھے۔ اور معاملات کے نظم و نسق میں دشمن کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔

کاروان اور کارگذار وزیر وہ ہے جو ملک کی آبادی۔ رعیت کی فلاح۔ سپاہ کی جمیع الخاطری اور خزانہ کی توفیر کا خیال رکھتا ہو۔ جو امور سلطنت کے لئے مفید ہوں۔ ان کے اجراء میں سعی کرے۔ اور جو مضر ہوں ان کے دفعیہ میں مال و جان سے کوشاں رہے۔ اور سپاہ و رعیت کے معاملات کو خیر و صلاح کے راستہ پر چلنا رہنے سے فیصل کرے۔

نیک خصال وزیر وہ ہے جس کے نیک اعمال اس کے بد افعال پر غالب
رہیں میں نے سنا ہے کہ نظام الملک کے نیک فعل افعال مغلوب پر غالب رہتے
چنانچہ ایک وقت اس نے حج کا ارادہ کیا۔ تو اہل اللہ میں سے ایک نے اوسے
کہا کہ تیرا یہی عمل خیر جو تجھ سے ملک شاہ کی سلطنت میں صادر ہو رہا ہے یعنی
خدا کی مخلوق تجھ سے مستفید ہو رہی ہے۔ حج کے برابر ہے۔ علی بن یقطین کی نسبت
جو ہارون الرشید کا وزیر تھا مجھے بتایا گیا ہے کہ خلق خدا کو اس سے بہت فائدہ
پہنچتا تھا۔ ایک دن اس نے وزارت چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ تو آئمہ دین میں سے
ایک نے اوسے کہا کہ تجھ پر درگاہ خلیفہ میں منصب وزارت پر ملازم رہنا اور
اس سے الگ نہ ہونا واجب ہی کیونکہ تجھ سے جو نفع و امداد بندگان خدا کو
مل رہی ہے۔ وہ تیرے تمام باقی افعال و اعمال حسنہ سے ثواب میں
بڑھی ہوئی ہے۔

مجھ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر آپ نبوت و رسالت پر مبعوث و مامور نہ ہوتے
تو کیا کام اختیار فرماتے۔ جواب میں فرمایا۔ سلاطین کی خدمت اختیار کرتا۔ تاکہ
مخلوق خدا کو نفع پہونچاتا۔ لہذا یہی وجہ تھی کہ میں نے تغلق تیمور خاں کے بیٹے

الیاس خواجہ کی وزارت و سپہ سالاری قبول کی تھی۔ کہ مخلوق کی مدد کروں اور یہ اسی امداد خلق اللہ کا ثمرہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے سلطنت کے رتبہ تک پہونچا دیا۔

جو وزیر تدبیر و شمشیر سے کسی ملک کو فتح کرے یا ملک کی نگاہداری و حفاظت کرے اس وزیر کو عزیز و محترم رکھا جائے۔ اس کے مراتب میں زیادتی کیجائے۔ اور اسے صاحب السیف القلم کا خطاب دیا جائے۔

خردمند و ہوشمند وزیر وہ ہے جو تدبیر و عقلمندی سے کسی لشکر کو متفرق اور خوش اسلوبی اور دانائی سے کسی لشکر کو متفق کرسکتا ہو اور دشمن کی فوجوں کو تمام کرلیتا اور اپنے ولی نعمت کا نگاہبان ہو اور بادشاہ کو جو مشکل اور مہم پیش آئے۔ رائے تدبیر اور دوربینی سے اس مشکل کو آسان کردے اور امور سلطنت میں پیچیدگی پڑجائے تو ناخن عقل و فکر سے اس گرہ کو کھولدے چنانچہ جب علی بیگ غریانی نے مجھے پکڑلیا اور ایک ایسے مکان میں جو کھٹملوں اور پسؤوں سے بھرا ہوا تھا قید کردیا تو میرا ایک وزیر عزیز الدین تبریز سے یلغار کرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔ اور علی بیگ کو سلا کر اس کی آنکھ مجھ سے پرے کردی پھر مجھے حوصلہ دلایا۔ چنانچہ میں شجاعت و پامردی سے کام

لے کر بضرب شمشیر نگاہبانوں کے بیچ میں سے باہر نکل گیا۔ اور نجات پائی اسی طرح نظام الملک نے ملک شاہ کو قیصر کی قید سے خلاصی دلائی تھی۔ پس ایسے وزیر کو شریک دولت سمجھ کر اسے عزیز رکھا جائے۔ اور اسکی بات سے تجاوز نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل از روئے عقل کہتا ہے۔ اگر بادشاہ ظالم ہو اور وزیر عادل تو بادشاہ کے ظلم کا تدارک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وزیر ظالم ہو تو جلد سلسلۂ امور سلطنت درہم برہم ہو جاتا ہے۔

امراء اور سرداروں کے متعلق ضابطہ اور قانون

میں نے حکم دیا کہ تین سو تیرہ مردوں کو جو میرے خاص الخاص نوکر ہیں۔ درجۂ امیری دیا جائے۔ یہ لوگ اصالت و نجابت عقل و کیاست۔ تہوّر و شجاعت۔ تدبیر حزم و احتیاط و دور بینی و عاقبت اندیشی کے اوصاف سے متصف تھے۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے کوتل (اسباب) تعین کیا۔ اگر ان میں سے کوئی مر جاتا تو یہ کوتل اس کے جانشین کو دیا جاتا۔ اس کوتل کا نام منتظر الامارت رکھا۔

میرے یہ تین سو تیرہ امیر صاحبان عقل و ہوش رونق بزم و رزم اور صف آراء لشکر شکن تھے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ امارت و سرداری کے لائق وہ شخص ہوتا ہے

جو رموز جنگ اور ضنیم کو شکست دینے کے شیوہ سے آگاہ ہو۔ جنگ کے وقت اس کا دل قایم رہے۔ اور ہاتھ پاؤں لرزہ نہ کھانے لگیں۔ افواج کی کمانداری کر سکے۔ اور اگر لشکر کی صفوں میں رخنہ پڑ جائے تو اس رخنہ کو بند کر سکنے پر قادر ہو۔

امیر الامرائی کے لائق وہ شخص ہو سکتا ہے جو بزم و رزم دونوں حالتوں میں میرا قایم مقام اور نائب تبنی کی قابلیت رکھتا ہو۔ اور لشکر کی کمان اپنی شوکت و مہابت اور اپنے دبدبہ کی وجہ سے کر سکتا ہو۔ اور جو شخص اسکی مخالفت کرے اُسے تنبیہ کر سکنے پر قادر ہو۔

میں نے حکم دیا کہ تین سو تیرہ نفر میں سے چار شخص بیگلر بیگی کے رتبہ پر اور ایک شخص امیر الامراء مقرر کیا جائے۔ جس کا حکم قوجکشیوں اور جیلوؤں میں تمام امراء و جملہ سپاہ پر جاری ہو۔ اور میری موجودگی میں وہ میرا نائب ہو۔

بارہ دیگر آدمیوں کو جو صاحب غیرت و ناموس تھے۔ اس ترتیب سے رتبہ امارت بخشا۔ امیر اوّل کو ایک ہزار شخص کی سرداری دے کر ان کا امیر بنایا امیر دوم کو دو ہزار آدمیوں کی سرداری دی۔ اسی طرح امیر سوم و چہارم و پنجم کو تین چار و پانچ ہزار آدمیوں پر اور بارھویں امیر تک اسی ترتیب سے

چھ سے لیکر بارہ ہزار آدمیوں کا افسر بنایا۔ اور ہر ایک کو ملحاظ رتبہ دوسرے کا نائب قرار دیا یعنی امیر اوّل کو امیر دوم کا نائب۔ اور دوم کو سوم کا وقس علیٰ ذالک گیارہویں بارہویں امیر کا نائب کیا۔ اور بارہویں امیر کو امیر الامرا کا نائب اور امیر الامرا کو اپنا نائب۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی قضیہ پیش آجائے۔ تو نائب اس کا قایم مقام ہوجائے۔

ایک حکم یہ دیا کہ تین سو تیرہ میں سے ایک سو آدمیوں کو اون باشی بنایا جائے۔ ایک سو کو یوز باشی اور ایک سو کو بن باشی اور حکم دیا کہ چار ویلچار کے وقت امیر الامرا اپنا حکم امراء کو دے۔ امرا بن باشیوں کو اور اسی طرح درجہ بدرجہ اون باشی تک کیا جائے۔ اون باشی کا کام یوز باشی کو سپرد نہ ہو۔ نہ یوز باشی کا بن باشی کا۔ بن باشی کا امیر کو اور امیر کا امیر الامرا کو کرنیکا حکم نہ دیا جائے۔ جو مہم اون باشی سرانجام دیسکتا ہو وہ یوز باشی کے حوالہ نہ کی جائے۔ اور اسی طرح جو کام یوز باشی کرسکتا ہو۔ اس کے لئے بن باشی کو مکلف نہ کیا جائے۔ اور امیر الامرا میں سے جو از راہ شوق کام کا طلبگار ہو اوسے کام سپرد کیا جائے۔

سپاہ کی ترقی مدارج کا قاعدہ وقانون

حکم دیا کہ جن بہادروں نے کارہائے نمایاں کئے ہوں۔ اون کو پہلے کارنامے
پر اون باشی بنایا جائے۔ دوسرے پر یوز باشی۔ تیسرے پر من باشی۔ اور
اون باشی کے ماتحتوں کو پہلے کارنامہ پر اون باشی کے عہدہ پر ترقی دیجائے
اور ساتھ ہی تاکید کردی کہ ترقی دینے وقت صرف شمشیر زنی کو ملحوظ نہ
رکھا جائے۔ کیونکہ بیل بھی سینگ مارتا ہے۔ بلکہ سپاہی کی اصالت ونجابت
کا بھی خیال کرلیا جائے۔ ایسے من باشی کو جو بضرب شمشیر لشکر کو توڑ دے
امیر اوّل بنائے جانے کا حکم دیا۔ امیر اوّل کو صف شکنی پر امیر دوم۔ اور
اسی طرح درجہ بدرجہ باقی امراء کو بالا ترتیب پر ترقی دیجائے۔ اور عام سپاہ میں سے
جو شمشیر کے جوہر دکھلائے اوسکی تنخواہ بڑھادی جائے۔

اور جو سپاہی کام کے وقت روگردانی کرے اسکو سلامی نہ دیجائے
اگر اضطراراً اور لاچاری کی وجہ سے روگرداں ہوا ہو تو اسے معذور سمجھیں۔ اگر
اس کا باعث واہمہ ہو تو اس کا معالجہ کریں۔ جو سپاہی شمشیر زنی کرے
اور زخم کھائے اوسے انعام دیا جائے۔ اگر زخم کھا کر روگرداں ہوا ہو تو اس کی

دلجوئی کریں۔ اور اس کے زخم کو اس بات کا ثبوت سمجھیں کہ اگرچہ دشمن تک نہیں پہنچ سکا تو دشمن اس تک پہنچا جس امر کا گواہ اسکا زخم ہے۔

حکم دیا کہ سپاہی کے حق کو ضائع نہ کیا جائے۔ جو سپاہی بوڑھا ہو جائے اوس کو تنخواہ اور رتبہ سے محروم نہ کریں۔ سپاہ کے حال کو پوشیدہ نہ رکھیں کیونکہ سپاہی لوگ اپنی باقی عمر کو مال فانی کے عوض بیچنے والے ہوتے ہیں لہذا صلے کے مستحق اور انعام و تربیت کے لائق ہیں۔ اگر ان کو انعام سے محروم کر دیا جائے اور ان کی تکالیف کو پوشیدہ رکھا جائے تو یہ سخت بے انصافی ہوگی۔ نیز حکم دیا کہ جو امیر وزیر اور سپاہی خدمت گذاری سے مجھ پر کوئی حق ثابت کر دے۔ کسی لشکر کو شکست دی ہو یا کسی ملک کو مسخر کیا ہو یا شمشیر ماری ہو اسکے حق خدمت کو تسلیم کر کے اس کا صلہ دیا جائے۔ اور بوڑھے سپاہیوں کی عزت کرتے رہ کر ان کی باتیں بتوجہ سنی جائیں۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہیں گے از روئے تجربہ کہیں گے۔ اون کو کارخانہ سلطنت کا لازمہ سمجھا جائے۔ اور اون کے بعد ان کے بیٹوں کو ان کا قایم مقام بنایا جائے۔

دشمن کے جو آدمی گرفتار کئے جائیں ان کی نسبت حکم دیا کہ اونہیں قتل

نہ کیا جائے۔ بلکہ اختیار دیا جائے کہ نوکری کرنی چاہیں تو کرلیں۔ ورنہ انکو آزاد
کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے چار ہزار آدمیوں کو آزاد کیا۔ دشمن کی جو سپاہ
اپنے مالک کی طرف سے شمشیر زنی کرے اور حق نمک کو بجالائے وہ اگر بہ مرضی خود
یا مجبوراً میری بارگاہ کیطرف التجا لائے تو اسپر اعتماد کیا جائے۔ اور اوسی عزت
دی جائے کیونکہ وہ اپنے آقا کی وفادار رہی تھی۔ اور حق نمک بجالائی تھی۔
چنانچہ میں نے شیر بہرام سے یہی سلوک کیا۔ امیر حسین کی جنگ میں وہ میرا
مقابل ہوا۔ اور نمایاں شمشیر زنی کی۔ جب مجبوراً اوسے مجھ سے پناہ مانگنی پڑی تو
میں نے اس کا احترام کیا۔ ایسا ہی واقعہ منگلی بوغا سے گذرا۔ جنگ بلخ میں اُسنے
مجھ پر فوجکشی کی۔ میں نے جنگ سے پہلے اوسے پیغام بھیجکر اپنی طرف کھینچنے کی
کوشش کی۔ اُس نے تغلق تیمور خاں کے حق نمک کو فراموش نہ کیا۔ اور لشکر
آوری کرکے مجھ سے مردانہ لڑائی کی۔ اسمیں شکست پائی اور ایک دن بمری خود
میرے سامنے حاضر ہوکر دو زانوں بیٹھ گیا۔ میں نے اسکے مرتبہ و قدر کو بلند کیا
اور اپنی عنایات سے بہرہ ور۔ اسپر اتنی مہربانیاں کیں کہ اس کی تمام پرانی کدورتیں
دھل گئیں۔ میں ہر مجلس میں اُسے آفرین و رحمت یاد کہا کرتا تھا چونکہ وہ مرد
آدمی تھا میری خدمت میں آکر بھی مردانہ کارہائے نمایاں کئے۔ اور مجھے ممنون بنایا

آذربائیجان کے جنگ میں قرا یوسف سے لڑائی ہورہی تھی۔ کہ ایک وقت میری سپاہ مضطرب ہوگئی۔ منگلی بوغا نے قرا یوسف کے افسران لشکر میں سے ایک افسر کا سر نیزے پر بلند کر کے اسے قرا یوسف کا سر قرار دیا اور لشکر میں بآواز بلند پکارنا شروع کیا کہ قرا یوسف ہلاک ہوگیا ہے۔ لشکر کا دل قایم ہوگیا۔ اور قرا یوسف کی فوج کے قلب پر حملہ کردیا۔ اور قرا یوسف کو شکست ملگئی میں نے اس فتح کو منگلی بوغا کے نام پر تحریر کردیا۔ اور اس کے مراتب میں ترقی کردی۔

امرا وزرا و سپاہ و رعیت کو انعام و اکرام عطا کرنیکا قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ جو امیر کسی ملک کو فتح کرے یا دشمن کے کسی لشکر کو شکست دے اُسے تین چیزوں کا خطاب و طوغ و نقارہ سے امتیاز بخشا جائے۔ اور بہادر کا لقب دیا جائے۔ اور دولت و سلطنت میں شریک سمجھ کر مجلس شوریٰ میں داخل کیا جائے۔ سرحد کی صوبہ داری اور اُسکے حوالہ کیجائے۔ اور امرا کو اس کا تابع کیا جائے۔ اسی طرح اُس امیر سے سلوک ہو۔ جو بغاوت کو فرو کرے یا کسی امیرزادہ یا خان کو شکست دے چنانچہ امیر ایکو تیمور کو جو اروس خاں کی سرکوبی کی مہم پر مامور ہوا تھا۔ اور فتح یاب ہوا تھا میں نے تومان و طوغ اور

علم ذوالفقار بخشا۔ اور اُسے اپنی سلطنت میں شریک کر کے اپنا مشیر و وزیر بنایا اور اپنی مجلس کنکاش (شوریٰ) میں اوسے داخل کیا۔ سرحد کی حکومت اسے عطا کی۔ اور امرا کو اس کے تابع کیا۔ حاسدوں نے اس کے برخلاف چغلیاں کھائیں۔ کہ ابوس اردین خاں کو لوٹ کر اس کا تمام مال و اسباب ایکو تیمور نے اپنے تصرف میں کر لیا تھا۔ ایسی باتوں سے میری طبیعت کو اسکی طرف سے برگشتہ بنانا چاہا۔ مگر میں بہرام چوبین کا قصہ سن چکا تھا۔ اسکی کچھ پروا نہ کی قصہ یہ ہے کہ جب خاقان نے تین لاکھ ترکان خونخوار کے لشکر سے ہرمز بن نوشیرواں پر فوج کشی کی تو ہرمز نے اپنے باپ نوشیرواں کے سالار اور وزیر دستیر بہرام چوبین کو تین لاکھ بیس ہزار ایرانی سپاہی دے کر خاقان کے مقابلہ پر بھیجا۔ باہم تین رات دن لڑائی ہوتی رہی۔ آخر خاقان کو شکست دے کر کل حقیقت ہرمز کے حضور میں عرض کر بھیجی۔ اور ساتھ ہی تمام مال غنیمت جو ہاتھ آیا تھا بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔

حاسدوں اور چغلخوروں نے جن کو ہرمز کی مجلس میں گفتگو کرنے کا موقع حاصل تھا چغلی کھائی۔ کہ بہرام نے بیشمار دولت قطعاً اپنے پاس رکھ لی ہے اور خاقان کی مرصع تلوار کلاہ اور زرہ مکمل بیجا اہر کو اپنے تصرف میں کر لیا ہے

ہرمز نے خام طمعی سے ان لوگوں کی باتوں کو صحیح سمجھ کر بہرام کی خدمت اور
کارگذاری کو نظر انداز کر دیا۔ اور اُسے خائین و گنہگار قرار دے کر اس کے لئے
زنانہ لباس اور طوق و زنجیر بھیجے۔ بہرام نے گردن میں طوق اور پاؤں میں
بیڑی ڈال لی۔ اور زنانہ لباس پہنے امرار و سرداران فوج کو جمع کر کے دربار
عام کیا جب سرداروں اور لشکریوں نے اسے اس حال میں دیکھا۔ ہرمز سے
سخت رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ اور اسپر نفرین بھیجی۔ من بعد سب اہل لشکر کے
اتفاق سے بہرام چوبین نے دار السلطنت مین واپس آکر ہرمز کو معزول کر دیا اور
خسرو پرویز کو تخت پر بٹھا دیا۔

چونکہ میں یہ قصہ سُن چکا تھا۔ تاکہ مطعون نہ ہوں میں نے امیر ایکو تیمور
کو طلب کر کے مجلس آراستہ کی اور سب کو بار علم دیدیا۔ پھر الوس اردس خاں
سے جس قدر مال و متاع غنیمت میں ملا تھا۔ اوسے حاضر کئے جانے کا حکم
دیا۔ جب وہ دربار میں لا کر رکھا گیا تو سب کچھ امیر ایکو تیمور اور دوسرے بہادروں
اور سپاہیوں کو جنہوں نے اوس کے ہمراہ شمشیر زنی کی تھی۔ انعام میں دے دیا
اور اعلان کیا جو امیر جنگ کے موقع پر اپنے لشکر کو محفوظ رکھ کر دشمن کی فوج کو
شکست دیگا اسکا مرتبہ بھی اسی طرح بڑھاؤں گا۔

چنانچہ توقتمش خاں کی جنگ میں تاباں بہادر نے دشمن کے علمدار تک پہنچ کر اُس کے جھنڈے کو نگونسار کر دیا۔ اور اس کارگذاری میں کئی زخم کھائے حاسدوں اور دشمنوں نے اسکی یہ خدمت مخفی رکھنی چاہی۔ مگر میرے انصاف نے مجھے چشم پوشی کی اجازت نہ دی۔ اسے امارت کا رتبہ دیکر تربیت کیا اور علم بخشدیا۔

میں نے حکم دیا کہ اون باشیوں۔ یوزباشیوں اور بن باشیوں میں سے جو فوج شکنی کرے اس کارگذاری کے صلہ میں اوسے اگر اون باشی ہو تو کسی شہر کی حکومت اور یوزباشی ہو تو کسی صوبہ کی حکومت عطا کیجائے۔ چنانچہ برلاس بہادر یوزباشی کو جس نے توقتمش خاں کی جنگ میں غنیم سے دوچار ہوکر اس کی فوج کو شکست دی تھی۔ صوبہ حصار شادمان کی حکومت بخشی۔ اسی طرح حکم دیا کہ جو بن باشی غنیم کی فوج کو توڑے اوسکو کسی مملکت کا والی (گورنر جنرل) بنا دیا جائے۔ چنانچہ محمد آزاد کو جس نے کتور کی جنگ میں ان سیاہ پوشوں کو جن سے برہان اغلان شکست کھا چکا تھا ہزیمت دی۔ تو اوسے مملکت قندز و کولاب کا والی کر دیا گیا نیز حکم دیا کہ جو امیر کسی ملک کو فتح کرکے دشمن کے قبضہ سے چھین لے۔ وہ ملک تین سال تک بطور انعام اوس کے پاس رہنے دیا جائے۔ اور حکم دیا کہ جو بہادر سپاہی شمشیر زنی کرے۔ اوسے کلنگ یا مرصع اناقہ و کمر بند و شمشیر اور گھوڑا انعام

میں دیا جائے۔ اور اون باشی کے رتبہ پر ترقی ہوجائے۔ حتیٰ کہ دوسری و تیسری کارگذاری پر وہ یوز باشی اور بن باشی کے درجہ تک پہنچ جائے۔

عطائے طبل و علم کا قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ بارہ امیروں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ دیا جائے۔ اور امیر الامراء کو علم۔ نقارہ۔ تومان۔ طوغ اور چتر توغ بخشے جائیں۔ بن باشی کو طوغ اور نفیری یوز باشی و اون باشی کو طبل۔ اویماق کے امراء کو یرغوی اور ہر چہار بیگیوں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ چتر طوغ اور یرغوی دئیے جائیں۔ اور امراء میں سے جو کوئی فوج شکنی کرے یا کسی ملک کو مسخر۔ اگر وہ امیر اوّل ہو تو امیر دوم کیا جائے وقس علے ذالک یعنی ایک درجہ کی ترقی عطا ہو۔ اور اگر گیارہواں امیر ہو تو اسے بارہواں امیر کر کے علم و طوغ و نقارہ دیا جائے۔

امیر اوّل کو ایک طوغ۔ امیر دوم کو دو۔ تیسرے کو تین۔ چوتھے کو چار۔ مع نقارہ دئیے جائیں۔ حتیٰ کہ وہ تومان طوغ اور چتر طوغ کے مرتبہ تک پہونچے (طوغ بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ علم چھوٹا جھنڈا۔ تومان طوغ و چتر طوغ بھی جھنڈے کی مختلف اقسام ہیں)

قاعدہ سامان و سرانجام سپاہ

میں نے حکم دیا کہ فوجکشیوں میں عام سواروں میں سے ہر اٹھارہ کے لئے ایک خیمہ ہو۔ اور ہر شخص کے پاس دو گھوڑے کمان ترکش شمشیر آرہ سینے کی آڑیا سوا چوال[1]۔ چرالدوزی۔ تبر تیشہ۔ دس سوئیاں۔ اور ایک چرم پشت ہوا کرے۔

زمرہ بہادران میں سے ہر پانچ آدمی ایک خیمہ ساتھ رکھیں۔ اور ہر ایک فرد ایک جوشن ایک خود۔ ایک شمشیر۔ ایک ترکش و کمان اور گھوڑے بہ تعداد مقرر ہمراہ لیجائے۔

اون باشیوں میں سے ہر ایک ایک خیمہ۔ زرہ۔ شمشیر۔ ترکش۔ کمان اور پانچ گھوڑے ساتھ رکھے۔ اور یوزباشیوں میں سے ہر ایک خیمہ اور دس راس اسپ اور شمشیر۔ ترکش۔ کمان۔ گرز کا سکن اور زرہ بکتر وغیرہ اسلحہ و سامان حرب میں سے ہر ایک متعدد رکھے۔ بن باشیوں میں سے ہر ایک خیمہ سامان اور سلاح از قسم زرہ جوشن و خود و تیر و شمشیر و ترکش و تیر میں سے

[1] چوال یا گون جسے پنجابی میں چھٹ کہتے ہیں۔

ساتھ لیجا سکتا ہو لیجائے۔ امیر اوّل خیمہ آتاق اور سائبان ساتھ رکھے۔ اور اسلحہ میں سے اپنی امارت کی نشان کے حسب حال جس قدر لیجا سکتا ہو لیجائے اور اس بارہ میں دوسروں کی بھی مدد کرے۔ اسی طرح باقی تمام امیر تا بدرجہ امیر الامرا گھوڑوں۔ سائبانوں۔ اتاق و خیمہ کی قسم کے ساز و سامان کی مقدار اپنے مرتبہ کے لحاظ کے حسب حال ساتھ لیجائیں۔ امیر اوّل ایک سو دس گھوڑے۔ امیر دوم ایک سو بیس۔ امیر سوم ایک سو تیس۔ چوتھا ایک سو چالیس گھوڑے ساتھ لیجائے۔ اسی طرح دس دس ہر اعلےٰ امیر زیادہ لیجائے۔ مگر امیر الامرا کے ہمراہ تین سو سے زیادہ گھوڑے نہ ہوں۔ پیادہ سپاہ میں ہر ایک سپاہی ایک شمشیر کمان و تیر لازمی طور پر ہمراہ رکھے۔ اور اس سے زیادہ جس قدر ہمراہ لیجا سکتا ہو مگر جنگ کے موقعہ پر مندرجہ بالا اسلحہ سے ہرگز اس کے پاس کم نہ ہوں۔

قاعدہ شرف حضور و مجالس بزم و رزم

میں نے حکم دیا کہ مجلس بزم میں سپاہی۔ امرا۔ بن باشی۔ یوز باشی۔ اور اون باشی کلاہ موزہ۔ سر موزہ۔ گریبان دار جامہ۔ بگدہ اور شمشیر بغیر دیوان خانہ میں حاضر نہ ہوں۔ اور کہ بارہ ہزار شمشیر بردار قلچی۔ ساز و صلاح سے آراستہ دیوان خانہ

کے پس وپیش اور دائیں بائیں کوشک میں اس ترتیب سے حاضر رہیں کہ ہر رات ان میں سے ایکہزار آدمی حضوری میں موجود ہوا کریں۔ اور ہر سو تلچیوں کی کمان پر ایک یوزباشی ہوا کرے جس کے پاس ایک بگل بھی ہو۔

اور حکم دیا کہ معرکہائے رزم میں بربارہ امیر۔ اور لشکر کے تمام تن باشی یوزباشی اور اون باشی بارہ ہزار سلاح بردار سواروں کو ایکرایک دن رات اپنے اپنے پہروں کے موقعوں پر حاضر رہا کریں۔ اور ان بارہ ہزار سواروں کو چار فوجوں میں تقسیم کر کے فوج کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے مامور کریں اور ان میں سے ہر ایک نوبت بہ نوبت لشکر سے روانہ ہوکر نیم فرسنگ کی مسافت پر قیام کرے۔ اور ان چاروں فوجوں میں سے ہر ایک اپنا ہراولی دستہ مقرر کرے اور ہراول اپنا قراولی دستہ آگے رکھے۔ اور احتیاط و ہوشیاری کے سررشتہ کو مضبوط پکڑے رہ کر خبریں پہنچائی جاتی رہیں۔ اور لشکر و کمیپ کے چاروں طرف کوتوال مقرر کیے جائیں۔ انکے ذمہ یہ کام ہونگے۔ کمپ کی حفاظت و نگہبانی اور اہل بازار سے ٹیکس و محاصل کی وصولی۔ اہل کمپ میں سے اگر کسی کی چوری ہو جائے تو کوتوال ذمہ دار ہونگے۔ اور کہ ہر چہار افواج میں سے ہر ایک اپنا اپنا چقوقچی دگردا دریم مقرر کرے۔ جو چار چار کوس تک لشکر کی تعداد کو احاطہ تحریر میں لائیں

اور اگر کسی کو مقتول و مجروح پائیں تو اسکی تدفین و تیمارداری کرائیں اور اگر کسی کی چوری ہو جائے تو جواب دیں اور حکم دیا کہ لشکر کا ایک تہائی حصہ سرحدوں کی نگہداشت پر مامور رہے۔ اور دو حصے ہر وقت رکاب خاص کے ہمراہ حاضر خدمت رہیں۔

قاعدہ خدمت وزرا

میں نے حکم دیا کہ چار وزیر دیوان حضوری میں مقرر رہیں۔ اوّل وزیر مملکت در عیت یہ وزیر مملکت کے معاملات و مہمات۔ رعیت حال احوال صوبوں کی آمدنی و محاصل و خرچ و برداشت اور ملک کے انتظام و آبادی اور معموری کے متعلق رپورٹیں عرض کیا کرے۔ دوم وزیر سپاہ جو سپاہیوں کی تنخواہ و جاگیرات کی رپورٹ عرض کرتا رہے۔ سوم وزیر سائرو ہوائی کے مفقودوں متوفیوں اور فراریوں کے مال و اسباب کو جمع کر کے ضبط تحریر میں لائے۔ اور بطریق امانت اپنے پاس نگاہ رکھے اور آیندہ روند کے مال سے زکوٰۃ اور مولیشی، چراگاہوں اور پانی کے گھاٹوں سے محصول وصول اور جمع کرے۔ اور متوفیوں اور مفقودوں کا مال ان کے وارثوں کو پہنچا دے۔ چہارم وزیر کارخانہائے سلطنت کہ آمدنی و خرچ اور خزانہ اور جانوروں کے جملہ خرچ سے آگاہ ہو اور حکم دیا کہ

ان کے علاوہ تین وزیر سرحدوں پر اور مملکت خالصہ میں مامور ہوں۔ تاکہ صوبوں کے انتظام اور معاملات مالی کی نگاہداری کریں۔

یہ ساتوں وزیر دیوان بیگی کے تابع ہوں۔ اور امور مالیہ کو دیوان بیگی کے اتفاق رائے سے سرانجام دیکر حضوری میں رپورٹ عرض کریں۔ اور حکم دیا کہ ایک عرض بیگی بھی مقرر کیا جائے جو سپاہ و رعیت داد خواہوں اور خرابی و آبادی ملک کے حالات و مہمات میں سے جو امور فیصلہ ہو کر انجام کو پہنچ جائیں۔ ان کے حالات عرض کیا کرے۔ اور قاضی اسلام امور شرعیہ کو اور قاضی احداث معاملات اور امور قانونی کو معروض کرے اور حکم دیا کہ یہ سب عہدہ دار محفل خاص میں امور ملکی بندوبست مملکت امراء و سپاہ کی تبدیلی و تعیناتی اور مشورات و تدابیر کو عرض کیا کریں اور اس محفل خاص میں ایسا منشی محرم جو رازوں کو مخفی رکھ سکتا ہو۔ حاضر رہا کرے تاکہ مخفی باتوں اور مشوروں کو ہوبہو بلا کم و کاست لکھتا جائے۔

اور حکم دیا کہ منشیوں کا ایک عملہ مقرر کیا جائے جو نوبت بہ نوبت مجلس کے دیوان میں حاضر رہ کر مہمات و معاملات میں سے جن کا فیصلہ ہو کر ایک صورت قرار پا جائے ان کو ضبط تحریر میں لائیں۔ اور جو کچھ عرض ہو اور جو کچھ میں اس پر حکم دوں اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے کام کے متعلق جو کچھ مجلس میں مذکور ہو سب کو قلمبند

۱۴ اور حکم دیا کہ صدر الصدور سادات کی جاگیروں ارباب وظائف اور اوقاف کے حالات عرض کیا کرے۔

کر کے میرے وقائع کے دفتر میں داخل کرلئے جائیں۔ اسی طرح سلطنت کے تمام

کارخانوں میں سے ہر ایک کے لئے منشی مقرر کیا جائے جو روزانہ آمدنی و خرچ کو لکھتا رہے۔

قاعدہ و انتظام سرداری امراء الوسات و تومانات و قشونات

میں نے حکم دیا کہ ہر الوس (قبیلہ) اور تومان (قبیلہ بزرگ) کا امیر قوچکشی

کے وقت ہر خیمہ۔ ہر مکان اور ہر گھر سے ایک ایک سوار حاصل کرے۔ اور ان کو سفر

میں اپنے ہمراہ رکھیں جس سرزمین میں قیام ہو وہاں کی چراگاہوں اور آبجوروں

کی آمدان کے چارہ و گذارہ پر صرف ہو الوسات کے امراء کو ایک ایک ارغو اور بیرق

دیکھائے۔ اور وہ اپنے اپنے الوسات اور تومانات کے حسب حال سواروں کی مقدار ہمراہ

لیکر قوچکشیوں کے وقت حاضر ہوں۔

اور حکم دیا کہ اویماق کے جو چالیس قبائل احاطہ ضبط میں آچکے ہیں ان

میں سے بارہ کو چہر و نشان یعنی تمغہ دیا جائے۔ کیونکہ وہ نوکران خاصہ

میں سے ہونگے۔ وہ بارہ یہ ہیں:۔ برلاس۔ ترخان۔ ارغون۔ جلائر۔ تولچی

دولائی۔ منغول۔ سلافسطو غائی قپچاق۔ ارلات۔ وتاتار۔ قبیلہ برلاش میں

سے چار اشخاص کو میں نے امیر الامراء بنایا۔ اوّل امیر خلاوجہ بدخشان

کی مملکت سپرد کی۔ اسی طرح امیر جاکو۔ امیر ایکو تیمور اور امیر سلیمان شاہ

کو سرحدات اور ممالک کی حکومت بخشی۔ الوس برلاس میں سے سو دیگر آدمیوں کو
بن باشی بنایا اور امیر جلال الدین برلاس کو امیر دہم اور امیر سعید کو امیر
نہم کیا

الوس ترخان میں سے امیر بایزید کو امیر ہفتم اور بیس دیگر اشخاص کو یوزباشی
بنایا۔ الوس ارغون میں سے تاش خواجہ کو امیر ہشتم اور بیس دیگر افراد کو بن باشی
و یوزباشی و اون باشی کیا۔ قبیلہ جلائر میں سے توک تیمور اور شیر بہرام کو امیر
ہشتم و نہم اور بیس افراد کو یوزباشی و اون باشی بنایا۔ الوس تونکچی میں سے
الجا تبویردی کو رتبہ امیری دیا۔ اسی طرح الوس دولائی میں سے تابان بہادر
اور سان بہادر کو۔ الوس مغول سے تیمور خواجہ اغلان کو۔ الوس نسلادوز سے
ایلچی بہادر کو۔ الوس طوغائی سے علی درویش کو۔ الوس قپچاق سے امیر سار
بوغار کو امیر بنا کر قبیلہ ارلات میں امیر موید کو جو میرا بہنوئی تھا امیر الامرا
بنایا۔ اور سلاجی بہادر کو امیر قبیلہ تاتار میں سے کو تنک خاں کو امارت دی۔

اٹھائیس دیگر قبایل کو جو تمغا کے رتبہ تک نہ پہونچے تھے ان کو
امیر قبیلہ بنایا کہ فوجکشی کے وقت مسلح و آراستہ ہو کر موافق قاعدہ سواران
حاضر خدمت ہوں۔

قاعدہ آقا و ملازم

نوکر کو اچھی طرح یہ جانتے رہنا واجب ہے کہ جو کچھ وہ اپنے آقا سے توقع رکھتا ہے۔ ویسی ہی توقع آقا بھی اس سے رکھتا ہے۔ پس آقا کی خدمت میں کوئی سستی نہ کرے۔ اور اگر مالک پہلے مہربانی کرتے رہ کر پھر نامہربان ہو جائے تو اسے اپنی ہی خطا و قصور پر محمول کرے۔ نہ کہ آقا کی کسی غلطی پر۔ نوکر پر یہ بھی واجب ہے کہ آقا کا مخلص ہو۔ اور ہر کام اخلاص کے ساتھ بجا آوری کرے جو نوکر بے اخلاص اور کینہ ور ہو اس بے اخلاصی اور کینہ وری کی پھٹکار اس پر پڑتی ہے۔ لیکن مخلص ملازم کی آسودگی و فلاح میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ راسخ الاعتقاد ملازم وہ ہے جو آقا کے اعتراض اور اغراض سے رنجیدہ نہ ہو۔ اور دل میں کینہ نہ رکھے۔ آقا سے اگر کچھ تقصیر ہوئی ہو۔ تو اس کا ذمہ دار اپنے آپ کو ہی سمجھے۔ ایسا نوکر تربیت کے لائق ہوتا ہے۔

جس نوکر کی نظر صرف لقمۂ خرقہ پر ہو وہ بلا شبہ کام کے وقت سستی کرتا ہے۔ جو نوکر حق خدمت فراموش کرے اور کام کے وقت روگرداں ہو جائے اس کا منہ پھر کبھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح جو نوکر کام کے وقت

بہانہ ڈھونڈے۔ تو جنگ کے وقت چھٹی مانگے اور نظر لشیت پر رکھ کر آج کے کام کو کل پر چھوڑتا رہے۔ جیسا کہ بولا دتیمور اغلان نے مجھ سے کیا اور مجھے کام پر چھوڑ کر چلے گئے۔ اس قسم کے نوکروں کا نام تک زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔

اس کے مقابل سلاطین کو لازم ہے کہ جس نوکر کو عزت دیں اسے چلا بے عزت نہ کریں جسے خود بلند کیا ہو اسے نیچے نہ گرائیں۔ اور جس شخص کو جان پہچان چکے ہوں اسے فراموش نہ کریں۔ اگر اجیانا کبھی بے عزت کریں تو اسکی عزت میں دو چند اضافہ کر کے اپنی طرف سے تلافی کر دیں۔ اور اخلاص و کینہ کے معاملہ کو اس کے ضمیر و اعتقاد پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ اگر کینہ و نفاق سے کام لیگا تو خود ہی یقینی طور پر ان برائیوں کے وبال میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح جو نوکر مالک کی بھلائی کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ وہ روز بروز بہتر ہوتا جاتا ہے۔ ہر نوکر کو جو اختیاراً یا اضطراراً جدا ہوا ہو جب وہ واپس آئے تو اسکی خاطرداری کیجائے۔ کہ اپنی جدائی پر خود ہی پشیمان ہو کر وہ پھر واپس آیا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ جو نوکر کسی دشمن کا تلوار نیام سے نکال کر مالک کی خدمت میں نمک حلال رہا ہو اگر ایسا آدمی کبھی جنگ میں اسیر ہو جائے یا

مالک سے مایوس ہوکر نوکری کی تلاش میں آئے تو اسکی عزت کریں اس کا مرتبہ بڑھاتے رہا کریں۔ اور اس کو اپنا وفادار جانیں چنانچہ منگلی بوغا جیدر اندخوی اور امیر ابوسعید چھ ہزار سواروں کے ساتھ آب بلخ کے کنارہ پر مجھ سے معرکہ آرا ہوئے مگر بعد ازاں تعلق تیمور خاں سے ناامید ہوکر میرے پاس پناہ لینے آئے۔ میں نے ان کا بہت اعزاز و احترام کیا۔ اور حصار شادمان۔ اندجان اور ترکستان کے صوبے ان کی سپرد کر دیے۔ نیز حکم دیا کہ جو نوکر غنیم کے ہاں معتبر ہو اور جنگ و کارزار کے موقعہ پر اپنے آقا کے دشمن کے ساتھ دوستی کی سلسلہ جنبانی کر کے اپنے مالک کے حق نمک اقائی و ملازمت کو فراموش کر دے۔ اور چاہے کہ مالک کے دشمن کو اپنے مالک پر غالب کرادے۔ تو ایسے شخص کو ہرگز ملازم نہ رکھا جائے۔ کیونکہ ایسے بدنہاد کو واجب کیفر کردار تک پہنچا دیگا۔ جو نوکر وقت اپنے آقا سے جدا ہوکر نوکری کے لئے آئے اسپر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے۔ ہاں اگر دیرینہ خدمت کے بعد اس سے وفاداری ظاہر ہو تو اس کا خیال رکھیں۔ اور اگر امن و صلح کے وقت نوکری کی تلاش میں آئے تو اس کا احترام کیا جائے۔ اور اگر کوئی وزیر و نوکر محض اپنے مالک کا کام نکالنے کے لئے نمائشی طور پر دشمن سے سازباز کر کے دوستی کا سلسلہ قائم کرے اسکو

عاقل ترین دوست و ملازم سمجھنا چاہیئے۔ لیکن جو نوکر دشمن سے واقعی ملجائے اور اپنے مالک سے دغا کرے تو ایسے نوکر کو سلام کرکے دشمن ہی کا مال ہو جاوے۔ اور اگر کوئی نوکر شمشیر زنی کرے اور دشمن کو شکست دے۔ تو اہل غرض لوگوں کی باتیں ہرگز اس کے خلاف نہ سُنی جائیں۔ اسکی کسی کارگذاری سے روگردانی نہ کیجائے بلکہ ایک ایک کارنامہ کو اسپر روشن کریں۔ اور اس کے مرتبہ میں زیادتی کیجائے تاکہ دوسرے نوکروں میں بھی جانفشانی کا جوش پیدا ہو۔ جو فوج یا امیر ہمراہی و موافقت سے روگردانی کرکے دشمن سے جاملے اسپر پھر کبھی اعتبار نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب سرداران لشکر علاقہ کش مجھ سے منحرف ہو کر امیر حاجی برلاس سے جاملے ہیں میں نے پھر کبھی ان پر اعتبار نہ کیا۔ جس نوکر کو کسی ملک کا حاکم بنایا گیا ہو اور وہ بے وفا ہو کر دشمن سے ملجائے اور ملک اس کے حوالے کردے۔ ایسے شخص کو جان سے مروا دینا چاہیئے۔ اور جو ایمانداری سے ملک داری کرے اسے اعلیٰ مراتب دیئے جائیں۔

جو امیر تنگی کے وقت میدان جنگ میں اخلاص کے پاؤں مضبوط جمائے رہے اور رفاقت کا حق بجالائے اسے بھائی کے برابر سمجھا جائے۔ چنانچہ جب علاقہ کش کے لشکر کے امرا مجھ سے بگڑ کر چلے گئے اور امیر جاکو برلاس کے سوائے

کوئی میرے پاس نہ رہا۔ نہ کسی اور نے میری ہمراہی کی۔ تو میں نے امیر کو جاکو
کو برادر عزیز جان کر اپنی سلطنت میں شریک بنالیا۔ اور امیر الامراء کا عہدہ دیکر
بلخ و حصار کے ملک دے بخش دئے۔

دوست و دشمن سے برتاؤ کا قاعدہ

جس دن میں مملکت توران کو فتح کر کے تخت گاہ سمرقند میں مسند
سلطنت پر بیٹھا میں نے دوست دشمن سے یکساں سلوک کیا۔ بدخشاں کے
امراء اور ترک تاجیک لشکروں کے بعض امراء نے مجھ سے کئی بدیاں کی تھیں
اور بارہا فساد برپا کر کے مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ اب اپنے افعال بد کی
وجہ سے بہت مشوش ہو رہے تھے۔ مگر جب میرے پاس التجا لائے تو میں نے
اتنے احسان کئے کہ وہ میری مہربانیوں اور عنایات سے شرمندہ ہو گئے۔
ہر ایسے شخص کی بھی میں نے انعام و احسان سے تلافی کی جس نے کبھی رنجیدہ خاطر کیا
تھا۔ اور ان لوگوں کو ان کی شان کے مطابق مراتب بخش کر ممتاز کیا۔

مگر سلدوز اور جتہ کے امراء پر لعنت کی۔ کیونکہ ان لوگوں نے کابل
شاہ چنگیزی کو اپنا بادشاہ اور خان بنا کر اس سے دوستی و اخلاص
کا عہد و پیمان کیا تھا۔ مگر جب میری تخت نشینی کی خبر سنی تو بدعہدی

کر کے میری خوشامد کیلئے اوسے قتل کر دیا۔

جو لوگ مجھے کمزور کرنے کی کوشش میں رہتے اور مجھ سے حسد کیا کرتے تھے۔ اون سے اتنی مروت کی کہ وہ شرمندہ احسان ہو کر عرق خجالت میں غرق ہو گئے۔

جب دوست مجھ تک کوئی غرض لاتے تو چونکہ وہ ہمیشہ میری حسب مرضی کارفرما ہوتے اور میں اون کو شریک سلطنت سمجھتا۔ اونہیں مال و اسباب بخشنے میں کبھی مضائقہ اور دل تنگی نہ کرتا۔

مجھے اندرونی تجربہ معلوم ہو چکا ہے کہ سچا دوست وہ ہے کہ دوست کبھی رنجیدہ نہ ہو۔ دوست کے دشمن کا خود بھی دشمن رہے۔ اور موقعہ آپڑنے تو جان دینے میں بھی دریغ نہ کرے۔ چنانچہ میرے بعض امرا نے تا حدِ جان میری رفاقت کی۔ اور میں نے بھی کبھی کسی چیز میں اون سے مضائقہ نہ کیا۔

مجھے یہ بھی تجربہ ہوا ہے کہ عقلمند دشمن جاہل دوست سے بہتر ہوتا ہے چنانچہ امیر حسین نبیرہ امیر قزغن میرے جاہل دوستوں میں سے تھا۔ اس نے دوستی میں جو کچھ مجھ سے کیا کوئی دشمن دشمنی کی حالت میں بھی نہیں کرتا۔

امیر خداداد مجھے کہا کرتا تھا کہ دشمن کو لعل و جواہر کی طرح با حتیاط

محفوظ رہتے رہ کر جب کبھی کسی سنگلاخ میں پہونچو تو پھر اوسے اس طرح پتھر پر مارو کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے۔ نیز یہی امیر کہا کرتا تھا کہ جب دشمن پناہ آپکڑے اور دوزانو ہو جائے تو اسپر رحم کر کے مروت کیجائے چنانچہ تو قتمش خاں سے جب وہ میرے پاس پناہ لینے آیا میں نے ایسی ہی مروت کی۔ اگر دشمن احسان کے باوصف پھر دوبارہ برسر دشمنی ہو جائے تو اوسی پروردگار کو سونپا جائے۔ دوست وہ ہی جو دوست سے خفا نہ ہو۔ اور اگر کبھی ہو جائے تو معذرت کو قبول کر لینے والا ہو۔

قاعدہ اجلاس و مشورت

میں نے حکم دیا کہ میرے فرزند۔ پوتے اور خویش اپنے اپنے درجہ کے مطابق تخت سلطنت کے گرداگرد ہالہ کیطرح صف بنا کر بیٹھا کریں اور سادات و قضات و علما و فضلا و مشائخ و اکابر و اشراف دائیں ہاتھ کی طرف اور امیر الامرا۔ بیگلر بیگیان۔ امرا۔ تومین۔ سردار۔ امیران۔ الوس و تومانات و قشونات۔ مِن باشی۔ یوز باشی۔ اور اون باشی درجہ بدرجہ بائیں ہاتھ بیٹھیں۔

دیوان بیگی اور وزراء کیلئے تخت کے سامنے جگہ مقرر کی۔ کلانتران و کدخدایان ممالک وزراء کے پیچھے صف بناکر بیٹھتے۔ جن کو بہادری کا خطاب ملچکا ہوا ہو جوانان شمشیر زن کیلئے حکم دیا کہ وہ تخت کے پیچھے داہنی طرف بیٹھیں۔ اور قراول بیگیان تخت کے پیچھے بائیں طرف بیٹھا کریں۔ ہراولی لشکر کا امیر موہنہ کے سامنے کھڑا ہو۔ اور یساول کا محرم دربار کے دروازہ پر تخت کے پایہ کے سامنے کھڑا ہو اکرے۔ داد خواہ دائیں بائیں ایستادہ ہوں۔ اور جملہ سپاہ و خدام اور نوکر چاکر اپنے اپنے درجوں کے مطابق صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اور اپنی جگہ سے تجاوز نہ کریں اور حکم دیا کہ چار میر تزوک مجلس شاہی کے چپ و راست اور پیش دیس کا انتظام کیا کریں۔ اور کہ جب مجلس آراستہ ہوجائے تو ہزار طبق نان وچاء مجلس عام میں دسترخوان پر رکھی جائیں۔ اور ایک ہزار طبق محفل خاص میں حاضر کئے جائیں۔ جن میں سے پانسو طبق امراء و سرداران الوس کو نام بنام بھیجے جائیں۔

قاعدہ و قانون ملک گیری

جس ملک میں ظلم و ستم اور فسق فجور بہت ہو۔ بادشاہوں کو لازم ہے کہ عدل گستری کی نیت سے اس ظلم و فسوق کو رفع دفع کرنے کا عزم کرکے

ملک مذکور پر فوجکشی کریں. کیونکہ خدائے تعالےٰ محض اسی نیت کی طفیل اوس ملک کو ظالم سے چھوڑا کر عادل کے حوالہ کردیتا ہے چنانچہ میں ولایت ماوراءالنہر کو اور بک ظالموں کے ہاتھ سے عدل گستری کی نیت سے ہی جدا کیا۔

اسی طرح سے جس ملک میں شریعت کمزور ہوگئی ہو اور خدا کے مقبول اور خاص بندوں کا ادب احترام نہ ہوتا ہو. اور انہیں آزردہ رکھا جاتا ہو سلطان فاتح پر واجب ہے کہ دین شریعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو رواج دینے کی نیت کرکے اس ملک پر حملہ کردے تاکہ رسول خدا اس کی تائید فرمائیں چنانچہ میں نے اسی نیت سے ہندوستان کے پایہ تخت کو فیروزشاہ کے پوتے سلطان محمود و ملو خاں اور سارنگ کے قبضہ سے جدا کیا۔ اور دین و شریعت کو رائج کرکے اس دیار کے بتخانوں کو خراب کیا۔

جس ملک کے باشندے اوسکے والی لیٹے ظالم اور والی سے تکلیف میں ہوں اور اہل دیار اپنے والی سے بیزار ہوچکے ہوں. بادشاہ جہانگیر کو واجب ہے کہ اسی ملک کو اپنے قبضہ میں کرلے۔ کیونکہ محض اس طرف توجہ کرنے کے ساتھ ہی اوس ملک کو نیک سیرت بادشاہ فتح کریگا۔ چنانچہ میں نے ممالک خراسان کو کرد سلاطین سے چھوڑا لیا۔ اس میری توجہ کرنے کی دیر تھی کہ سلطان غیاث الدین

والئ خراسان نے پایۂ تخت سے آکر تمام ملک مع خزائن ودفائن میرے حوالہ کر دیا۔

جس ملک میں الحاد اور زندقہ بہت پھیل جائے اور اس ملک کے باشندے سپاہی ہوں یا رعیت مختلف گروہوں اور فرقوں میں منقسم ہو جائیں سمجھ لو کہ اس ملک کا زوال نزدیک پہنچ گیا ہے پس بادشاہ جہاں ستاں کو لازم ہی کہ ایسے ملک پر حملہ کر دے چنانچہ میں نے ممالک عراق عجم وفارس کو ملاحدہ ملاعین کے وجود سے پاک کیا۔ اور طوائف الملوک کو کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے علاقہ میں حکومت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا۔ پامال کر کے بندگانِ خدا کو ان کے ظلم سے نجات دلائی۔

جس ملک کے رہنے والوں کے عقائد حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ کے خاندان کے عقائد سے منحرف ہو گئے ہوں۔ سلاطین پر ایسی ملک کو مسخر کر کے وہاں کے باشندوں کو اس بداعتقادی سے ہٹا دینا واجب ہی چنانچہ میں نے مملکت شام میں جا کر اس گروہ کو جو بداعتقاد ہو چکا تھا۔ کیفر کردار کو پہونچایا جب سے ملک گیری شروع کی۔ تو چار باتوں کو اپنا دستور العمل بنایا۔ اول امور ملک گیری میں تدبر ورست اور لنکاش پر اپنے دل سے مشورہ کرنا ہی کام لینا۔ دوم ہمیشہ غور وفکر اور حزم واحتیاط کرنا تا کہ کسی کام میں غلطی رہ جانے کا امکان باقی

نہ رہے۔ اور خدا کے فضل سے میری ہر تدبیر صحیح اور درست پڑتی۔ ہر ملک کے
باشندوں کے مزاج اور طبائع کو ملحوظ رکھ کر ان کی طبیعت کے موافق اون سے سلوک
کر کے اون پر مناسب حاکم معین کرتا۔ سوم تین سو تیرہ بہادر اصیل فرزانہ افراد
مردانہ کو اپنے ساتھ متفق کیا جو اتفاق میں اس درجہ تک پہونچے ہوئے تھے
کہ گویا کہ سب تن واحد ہیں۔ ان کی رائے اور قول و فعل بھی بالکل یکساں
تھا اور جب وہ کہہ دیتے کہ ہم یہ کام کریں گے تو جب تک اس کام کو اتمام تک نہ
پہونچا لیتے اس سے ہاتھ نہ اُٹھاتے۔ چہارم آج کے کام کو کل پر نہ ڈالتا نرمی
کے وقت نرمی سے اور درشتی کے وقت درشتی سے کام لیتا۔ تحمل و تامل کے
وقت جلدی نہ کرتا۔ اور جلدی کے کام میں درنگ نہ ہونے دیتا۔ اور جو کام تدبیر سے
سرانجام پا سکتا اسکی عقدہ کشائی تلوار سے نہ کرتا۔

دن کے وقت ارباب تجربہ اور ہوشمندوں کے ساتھ ملک گیری کی تجویزیں
اور نقشے سوچتا۔ اور راتوں کو جب پلنگ پر لیٹتا تو امور مملکت کے سرانجام
میں غور و فکر کرتا۔ اور اسکے انجام کی صورت اپنے دلمیں قرار دیتا۔

ملک گیری کے طریق میں خود سوچا کرتا۔ اور دلمیں فیصلہ کرتا کہ فلاں راہ سے
حملہ کروں اور فلاں طرف سے واپس آؤں گا۔ اسی طرح کی غلطی سے بچنے کے لئے

سپاہ کے معاملات میں فکر کرتا۔ کہ کون شخص تربیت کے لائق ہے۔ اور کس شخص کو کام سپرد کروں ہر کام میں پیش بینی سے کام لیتا۔ اور اعیان سپاہ میں سے جو کوئی مجھ سے دوستی کرتا اس سے باحسان پیش آتا۔ اور جو دشمنی کرتا اس سے مدارا برتتا جن لوگوں سے میں نے نیکی کی ہوتی۔ مگر وہ مجھ سے بدی کرتے ان کو حرام زادہ سمجھتا۔ کیونکہ رسول رب العالمین کا قول ہے کہ ولد الزنا اپنے محسن سے بدی کئے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔

مجھے پیر صاحب نے لکھا تھا کہ تجھ پر واجب ہے کہ خدا اور خدا کے رسول کے حکم پر عمل کرے اور آل و ذریات آں حضرت کی مدد کرتا رہے۔ جو بادشاہ خدا کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ مگر خدا اور اس کے رسول سے باغی ہو گئے ہیں۔ ان کو خدا کے ملک سے خارج کر کے ملک خدا امین عدل و انصاف سے کام لے۔ کیونکہ کہہ گئے ہیں کہ ملک کفر سے تو باقی رہتا ہے۔ مگر ظلم سے باقی نہیں رہتا تجھ پر واجب ہے کہ خدا کے ملک سے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا قلع قمع کرے۔ کیونکہ برے فعل دنیا میں وہی اثر رکھتے ہیں جو بری غذا بدن پر کرتی ہے۔ اور ظلم کے نشانات کو مٹا۔

دنیا میں ظالم کے زیادہ دیر باقی رہنے کو ظالم کی نیکی پر محمول نہ کر ظالموں

اور فاسقوں کے بقا کی طوالت کا یہ سبب ہے کہ جو ظلم و فسوق انکی سرشت میں ڈالا گیا ہے اسے وہ قوت سے فعل میں لائیں۔ اس وقت وہ غضب و سخط الہیٰ میں گرفتار ہو جاتے ہیں بعض وقت قدرت الہیٰ ظالموں۔ فاسقوں اور فاجروں کو ناگہاں قید و زنداں۔ تلاج و قحط و گرسنگی اور وبائے عام اور مرگ مفاجات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ بدوں کے افعال و اعمال کی شامت سے بے گناہ۔ نیکوکار اور صلحا و اتقیا بھی بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ جب جنگل میں آگ لگ جائے تو خشک و تر دونوں کو جلا دیتی ہے۔

کافروں۔ فاجروں۔ ظالموں۔ اور فاسقوں کی ترقیات اور استدراجات پر تعجب نہ کیجیو۔ نہ انہیں دیکھ کر غلط راستہ پر پڑ جانا۔ نہ دل میں یہ کہنے لگنا کہ ظالم و فاسق و فاجر جس قدر زیادہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہیں۔ اسی قدر ان کی حشمت و دولت بڑھتی جاتی ہے۔ بلکہ ان کی بسیاری نعمت کے سبب پر غور کر۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شاید ایک وقت ایسا آئے کہ یہ لوگ منعم حقیقی کی غایت پر نظر کر کے ظلم و فسق سے باز آجائیں۔ اور شکر نعمت بجا لائیں۔ لیکن اگر شکر الہیٰ بجا لانے سے بالکل غافل ہو جائیں اور خدا و رسول کی

بخشش کو بھولے ہی رہیں تو آخرش غضب وسخط الہٰی میں گرفتار ہوجاتے

ہیں"۔ جب مجھے اپنے پیر کا یہ خط ملا۔ خدا کے ملک کو ظالموں۔ کافروں۔ ملحدوں

منافقوں۔ فاسقوں۔ فاجروں کے چنگال سے نکالنے اور ان کو دفع کرنے

پر میں نے کمر ہمت باندھ لی۔

تزک وقانون ملک داری

جس ملک کو میں فتح کرتا اس کے عزت داروں کو معزز سمجھتا۔ سادات

وعلما وفضلا ومشائخ کی تعظیم وتکریم کرتا۔ اور ان کے لئے وظیفہ معافی اور

جاگیریں مقرر کرتا۔ اس ملک کے کلاں تروں (معززین) کو بمنزلہ بھائی

کے اور خوردوں اور اطفال کو بجائے فرزند جانتا۔

اور اس ملک کی فوج کو اپنی بارگاہ میں بار دیتا اور رعایا کو اپنی جانب

مائل کر کے سب کو امید وبیم کے بین بین رکھتا۔ ہر ملک کے نیکوں کے ساتھ

نیکی کرتا۔ اور بدوں۔ شریروں اور بدنفسوں کو ملک سے خارج کر دیتا

رذیل اور کمینہ لوگوں کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دیتا۔ ان کو ان کی حد

کے اندر ہی محدود رکھ کر اپنے پایہ سے قدم آگے نہ بڑھانے دیتا۔ اور

اکابر واشراف کو مراتب عالیہ سے امتیاز بخشتا۔ ہر ملک میں عدالت کے دروازے

کشادہ کر دیتا۔ اور ظلم و ستم کی راہ کو بند۔

ہر فتح کردہ ملک کے حاکم کو پھر وہاں کی حکومت بخش کر اور سے اپنے احسان کا مقید بنا لینے سے مطیع و منقاد کرتا۔ مگر جو حاکم میرے پاس رجوع نہ لاتا اس کو اسکی کردار کا بدلہ دے کر اس کی جگہ عادل و عاقل و عامل حاکم کو مقرر کر دیتا میں نے حکم دیا کہ ہر ملک میں چوروں اور ڈاکوؤں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ مفسدوں۔ شریروں اور بدنفسوں کو ملک سے خارج کیا جائے اور فسادی لوگوں کو شہر و ملک میں نہ رہنے دیں۔

ہر شہر و قصبہ میں کوتوالی قائم کی جائے۔ جو سپاہ و رعیت کی نگہبانی کرے۔ اور اگر کسی شخص کی چوری ہو جائے۔ تو اس کا بدل کوتوال سے دلایا جائے۔

اسی طرح حکم دیا کہ تمام سڑکوں پر پہرہ دار مقرر کئے جائیں جو راستوں کی حفاظت کریں۔ اور تاجروں و مسافروں کے مال و اسباب کو منزل بمنزل بخیریت پہنچائیں۔ اگر اسمیں کچھ قصور و فروگذاشت ظہور میں آئے تو انسے اس کا جواب طلب کیا جائے۔

اور حکم دیا کہ حکام ارباب غرض و بدگوئے و بدنفس لوگوں کی باتوں

اور بہتان سازی میں آکر بلاد و امصار کے باشندوں میں سے کسی فرد پر جرمانہ نہ کریں۔ بلکہ احداث اربعہ میں ان پر گناہ ثابت ہو جانے کے بعد گناہ کے حسب حال مجرم سے جرمانہ لیں۔

نیز حکم دیا کہ کسی شہر و قصبہ سے سر شماری و خانہ شماری وصول نہ کیجائے نہ سپاہ کا کوئی آدمی رعایا میں سے کسی کے گھر اترے۔ نہ رعایا کے مویشی و سامان لیا جائے۔ اور ہر ملک کی رعایا کے معاملات کے انصرام میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور ہر مملکت کے گداگروں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا جائے تاکہ گدائی کی رسم اُٹھ جائے۔

احوال ملک و مملکت و رعیت و سپاہ سے آگاہ و خبردار رہنے کا قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ ہر سرحد ولایت شہر اور لشکر میں ایک ایک خبر نویس مقرر کیا جائے۔ جو حکام رعیت، سپاہ اپنے لشکر اور بیگانہ لشکر کے اعمال و افعال اور مال و منال کی آمد و برآمد اور بیگانہ آدمیوں کے آنے جانے اور ہر مملکت کے قافلوں، ہمسایہ ممالک اور اس کے سلاطین کی خبریں اور ان کے اعمال و افعال اور ان علما و فضلا کی خبریں جو بلاد

بعیدہ سے میری بارگاہ کی طرف چلے آرہے ہوں مفصل اور صحیح لکھ کر میری بارگاہ میں بھیجتے رہیں۔

اگر کوئی اخبار نویس اسکے خلاف کرے اور امر واقعی نہ لکھے تو اسکی انگلیاں کاٹ دی جائیں۔ اور اگر کوئی اخبار نویس کسی سپاہی کے کام کو پوشیدہ رکھے۔ اور دوسرے پیرایہ میں لکھے تو اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے اور اگر کسی پر بہتان باندھے اور تہمت لگانے کے لئے جان بوجھ کر جھوٹ بات لکھی تو اوسے قتل کردیا جائے۔ اور حکم دیا کہ یہ خبریں روز کی روز ہفتہ بہ ہفتہ ماہ بماہ میرے حضور میں پیش ہوا کریں۔

نیز حکم دیا کہ ایک ہزار آدمی شتر سوار و اسپ سوار جیقوچی (ڈاکیے) اور ایک ہزار نفر پیادہ بطور ہرکارہ مامور کئے جائیں۔ جو ممالک و سرحد کی خبریں اور ہمسایہ سلاطین کے ارادہ و مقاصد کو تحقیق کرکے اس کی اطلاع بارگاہ میں پہونچ کر عرض کردیا کریں۔ تاکہ کسی واقعہ کے وقوع سے پہلے میں اسکا علاج کرسکوں چنانچہ جب اروس خاں کے ہاتھوں سے تقمش خاں کے شکست یاب ہونے کی خبر مجھ تک پہنچی۔ تو میں جان گیا کہ وہ میرے پاس پناہ لینے آئیگا چنانچہ میں نے بروقت اروس خاں سے جنگ کرنے اور توقتمش خان کو مدد

دینے کا انتظام کرلیا۔ اسی طرح جب میں ممالک ہندوستان کے تسخیر کا عازم ہوا تو مجھے خبر نویسوں نے اطلاع پہنچائی کہ ہندوستان کے ہر حصہ وگوشہ میں جدا جدا حاکم اور والی تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا ہے چنانچہ سرزمین ملتان میں ملو خاں کے بھائی سارنگ نے حکومت کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے۔ دہلی میں سلطان محمود خاں صاحب سلطنت بنا ہوا ہے۔ لاہور کے قریب وجوار میں ملو خاں نے لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اور نواحی قنوج میں مبارک خاں سلطنت کا دعوے دار بن رہا ہے۔ اسی طرح صوبجات ہندوستان کے ہر صوبہ میں کوئی نہ کوئی شخص سلطنت کا مدعی بنا ہوا ہے۔

جب میں مملکت ہند کو مسخر کر چکا تو مجھے اطلاع ملی کہ قیصر روم نے میری سلطنت کے بعض علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اور گرجیوں نے اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسے قلعوں کے لوگوں کی مدد کی ہے جن کا محاصرہ میرے لشکروں نے کر رکھا تھا پس اپنے دل سے مشورہ کیا کہ اگر ہندوستان میں توقف کرتا ہوں تو ایران کے ملک میں خلل پڑتا ہے لہذا ہندوستان کے پایۂ تخت کا انتظام کر کے یلغار کرتا ہوا روانہ ہوگیا۔ اور چند دن ماوراء النہر میں قیام کر کے وہاں سے روم وگرجستان کی طرف توجہ کی۔ اور ان تمام ممالک کو فتح کر لیا۔

قاعدہ و قانون باشندگان ممالک سے سلوک کرنے اور اولیائے و بزرگان دین کے مزارات اور اوقاف و نذرات کے انتظام کا۔

میں نے حکم دیا کہ فتح شدہ ملک کی سپاہ میں سے جو پناہ آلیں ان کو نوکر رکھ لیا جائے۔ اور جگہ دی جائے۔ اور اس خطہ کے باشندوں اور رعایا کو حوادث و قتل و غارت اور اسیری سے محفوظ بنایا جائے۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لمر سے بچایا جائے۔ اور جو مال غنیمت اس ملک سے حاصل ہوا ہو وہ ضبط تحریر میں لایا جائے۔ وہاں کے سادات علما مشائخ فضلا۔ اکابر و اشراف کا اعزاز کیا جائے۔ اور کدخدائیوں۔ کلانتروں دہقانوں اور مزارعین کی جائے۔ اور رعایا کو امید و بیم کے درمیان رکھ کر انکی گذارہ و استطاعت کے حسب حال جرمانہ کی مقدار وصول کیجائے۔

اور حکم دیا کہ جو نیا ملک مسخر ہو کر شامل ممالک محروسہ ہو وہاں کے سادات علما مشائخ فضلا۔ درویشوں اور گوشہ نشینوں کے واسطے جاگیرات وظیفہ و مواجب مقرر کریں۔ فقرا۔ عاجزوں اور مساکین کے لئے مدد معاش اور مشائخ کیلئے وظیفہ معین کیا جائے۔

اور اولیا اور اکابرین کے مزارات اور روضوں کے لئے دیہات

وقف کر کے صفوں بچا رپانی اور روشنی کے لئے رقم مقرر کریں۔ اوّل روضۂ مقدسہ امیر المومنین شاہ مردان علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لئے نجف اور حلہ کے محال کو وقف کر دیں۔

روضۂ منورہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور روضہ قدوۃ اولیا شیخ عبد القادر و مقبرۂ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ و اکابر و بزرگان دین کے مزارات کیلئے جو بغداد میں مدفون و آسودہ ہیں ہر ایک کی قدر و حیثیت کے مطابق علاقجات کربلا و بغداد کے دیہات و مواضع وقف کئے جائیں۔

روضۂ منورہ امام موسےٰ کاظم و امام محمد تقی و سلمان فارسی کے لئے علاقہ داین کے خط جزائر کے مزروعہ محال وقف کئے جائیں۔ اور روضۂ متبرکہ امام علی ابن موسیٰ کیواسطے علاقہ کنہ لبست اور شہر طوس کے محال کو وقف کر کے فرش روشنی اور لنگر کے لئے یومیہ رقم بھی مقرر کیجائے۔ اسی طرح ایران و توران کے مشائخ کے مقبروں اور مزارات کے لئے تمام بنام ندرات اور اوقاف کی تعیین کی۔ اور حکم دیا کہ ہر تسخیر شدہ ملک کے گداگروں کو جمع کر کے ان کے لئے روزینہ اور وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اور ان کو نشان دیدیا جائے تاکہ پھر گدائی کا نام نہ لیں۔ لیکن اگر نشان و تمغا کے بعد بھی گداگری

کریں تو ان کو پکڑ کر ممالک بعیدہ میں بھیج دیا جائے۔ یا قتل کر دیا جائے تاکہ میری سلطنت کے گداگر کم ہو جائیں۔

رعیت سے مال و خراج وصول کرنے اور ملک کی رونق و آبادی و حفاظت کا قانون

میں نے حکم دیا کہ رعیت سے خراج و مالگذاری ایسے طریق سے وصول ہوں جو رعیت کی خرابی اور مملکت کی ویرانی کا باعث نہ ہو۔ کیونکہ رعایا کی خرابی و بدحالی خزانہ کی کمی کا موجب ہوتی اور خزانہ کی کمی سپاہ کے تفرقہ کا باعث اور سپاہ کا تفرقہ سلطنت کے اقتدار اور مرتبہ میں خلل انداز ہوتا ہے۔

نیز حکم دیا کہ جو ممالک مسخر ہو کر حوادث سے امن و امان میں ہو جائے اس ملک کی پیداوار اور آمدنی کا معائنہ کیا جائے۔ اگر رعیت پرانی جمعبندی پر راضی ہو تو ان کی خوشنودی کے مطابق عمل کیا جائے۔ ورنہ حسب مروجہ قانون کے مطابق جمع باندھی جائے۔ اور حکم دیا کہ خراج زراعت کی پیداوار کے موافق لیا جائے۔ اور جمع زمین کی پیداوار پر باندھی جائے۔

چنانچہ اس کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ اولاً رعیّت کی ایسی مزروعہ اراضی کو جس میں کاریز و چشمہ و نہر یا ندی کے پانی سے زراعت ہوتی ہو اور یہ پانی مدامی و دوامی ہو درج رجسٹر کیا جائے۔ اور اس زمین کے پیداوار میں سے دو حصے رعایا کے لئے چھوڑ کر تیسرا حصہ سرکار اعلےٰ کے لئے تحصیل کریں۔

اگر رعایا اس اراضی کی پیداوار کے سرکاری حصہ کی بابت نقدی دینے پر راضی ہو تو سرکاری حصہ کے غلّہ کی قیمت موجود الوقت نرخ کے مطابق لگا کر یہ رقم رعیّت پر مقرر کر دی جائے۔ اور نرخ کے مطابق نقدی ہی سپاہی کو پہنچائی جائے۔ اور اگر رعیت پیداوار کی بٹائی کر کے پیداوار کا حصہ دینے پر راضی نہ ہو تو درج رجسٹر اراضی کو تین اقسام درجہ اوّل و دوم و سوم میں منقسم کر کے قسم اوّل کے لئے فی جریب تین خروار قسم دوم کے لئے فی جریب دو خروار۔ اور قسم سوم کے لئے فی جریب ایک خروار پیداوار تصوّر کریں۔ اور اس پیداوار میں سے نصف کو گندم اور نصف کو جو متصوّر کر کے جو حاصل جمع ہو اسکا نصف حصہ لیا جائے۔

اگر رعیّت اس کے باوجود جنس دینے پر رضامند نہ ہو تو ایک خروار گندم

کی قیمت پانچ مثقال نقری اور خرواچو کی قیمت اڑھائی مثقال معین کرکے اوپر قلعہ کا پیشکش اضافہ کرنے سے جو رقم بنے وہ رعیت سے وصول کریں۔ اور اس کے سوا کوئی اور مطالبہ کسی نام یا کسی رسم کی آڑ میں رعیت سے نہ لیا جائے:

باقی زراعت کے لئے جو بارانی پانی سے مزروع ہو خریف کی ہو یا ربیع کی زمستانی ہو یا تابستانی یہ حکم دیا کہ اسے بھی پیمایش کرکے ضبط تحریر میں لایا جائے۔ اور تہائی و چوتھائی حصہ کے مطابق عمل کیا جائے۔

سرشماری۔ محصول حرفت۔ شہری محاصل۔ سایر جہات۔ چراگاہوں رکھوکھہ اور پانی کے گھاٹوں کے متعلق پرانے دستور العمل کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اگر رعیت پرانے طریقہ کو پسند نہ کرے تو ہوئی بہوئی کے طریقہ پر عمل کیا جائے۔

اور حکم دیا کہ محاصل کی وصولی کا وقت آنے سے پہلے مالگذاری جہات کو جو رعایا پر واجب ہو معین کر دیا جائے۔ اور پھر ایام وصولی آجانے پر اس مقررہ رقم کو تین اقساط میں وصول کیا جائے۔

اگر رعایا تحصیلدار کے مقرر ہوئے بغیر مالگذاری ادا کر دیا کرے تو تحصیلدار

مقرر نہ کیا جائے۔ اگر وصولی کے لئے تحصیلدار کی ضرورت ہو تو وہ صرف حکم اور زبانی تہدید سے مال وصول کرے۔ تازیانہ و عقوبت و بیخ زنی تک نوبت نہ پہنچائے۔ نہ کسی کو ہتھکڑی و بیڑی ڈال کر قید کرے۔ اور حکم دیا کہ جو شخص کسی جنگل کو آباد کرے یا کنواں و کاریز لگائے یا باغ کو سبز کرے یا کسی ویران موضع کو نو آباد کرے۔ اوس سے پہلے سال کچھ نہ لیا جائے۔ دوسرے سال جو کچھ اپنی خوشی سے دے لیا جائے۔ اور تیسرے سال مطابق قانون مالگذاری وصول کیا جائے۔ نیز حکم دیا کہ ارباب کلانتر لوگ ریزہ رعیت (اسامیوں) پر تعدی کریں اور ریزہ رعیت کی خرابی کا موجب ہیں تو اون سے جس قدر نقصان ریزہ رعیت کو پہنچا ہو وہ کلانتروں اور ارباب سے وصول کر کے اسامیوں کو دیدیا جائے۔ تاکہ وہ لوگ پھر اپنی حالت پر بحال ہو جائیں۔

ویران مواضع کے اگر مالک نہ رہے ہوں۔ تو ان کو خالصہ میں داخل کر کے آباد کرایا جائے۔ اگر مالک تو ہوں مگر وہ پریشان حال ہوں تو ان کو اپنے دیہات کی آبادی کے قابل بنانے کے لئے اسباب و مصالح سے مدد دی جائے۔

اور حکم دیا کہ خراب زمین میں کاریز جاری کئے جائیں۔ خراب شدہ پلوں کی تعمیر کیجائے۔ اور نہروں اور ندی نالوں پر پل بنائے جائیں۔ اور سڑکوں پر ہر منزل میں رباط وسرائے تعمیر کیجائے۔ اور سڑکوں کی حفاظت کے لئے نگاہدار و محافظ مقرر رہیں۔ اور ہر رباط میں ایک جماعت کو مقیم رکھا جائے جس کے ذمہ نگاہبانی وراہداری ہو۔ اور جو مال لوگوں کی غفلت سے راستوں میں چوری جائے۔ اسکی تفتیش وتلاش کرے۔

اسی طرح حکم دیا کہ ہر شہر و قصبہ میں ایک ایک مسجد۔ مدرسہ۔ اور خانقاہ تعمیر کیجائے۔ اور فقرا و مساکین کے لئے لنگر خانہ اور مریضوں کے لئے دار الشفا بنایا جائے۔ اور تنخواہ دار طبیب دار الشفا میں مامور کیا جائے اور ہر شہر میں حاکم کی رہائش گاہ اور دار العدالت تعمیر کئے جائیں۔ اور زراعت ورعیت کی نگہبانی کیلئے تورچی (پولیس) مقرر کیجائے۔

اور حکم دیا کہ ہر ملک میں تین وزیر مقرر رہیں۔ ایک وزیر رعیت کے متعلق ہو کہ جو کچھ رعایا سے وصول ہوا کرے اس کے حساب کو باضابطہ مرتب کرکے تیار رکھے کہ رعیت سے کس قدر رقم کس کس اسم ورسم سے نقد وجنس میں وصول ہوئی ہے۔

دوسرا وزیر سپاہ کے متعلق ہو۔ وہ یہ حساب رکھے کہ سپاہیوں کو کس قدر روپیہ پہنچ چکا ہے اور کس قدر ان کا واجب ہے۔

تیسرا وزیر غیر حاضروں اور آئندہ و روندہ کے اموال کی نگہداشت اور بادی و ہوائی حاصلات اور آمدنی کے حساب و کتاب کے لئے ہو۔ فاتر العقلوں نابالغوں اور بنامے کے مال و اموال کی نگہداشت اور وصولی بھی یہی وزیر قاضی اور شیخ الاسلام کے استصواب و مشورہ سے کریگا۔

اور حکم دیا کہ متوفیوں کے اموال وارثوں کو پہنچائے جائیں اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو ابواب الخیر و نیکی کے کاموں میں صرف کریں۔ یا مکہ معظمہ بھیجدیں۔

جنگ و جدل

معرکہ اور صف آرائی اور حملہ و فوج شکنی کا قاعدہ و قانون میں نے حکم دیا کہ اگر دشمن کی تعداد بارہ ہزار سوار سے کم ہو تو اس جنگ میں امیر الامرا سردار ہو اور الویاق و تومانات سے بارہ ہزار سوار اس کے ہمراہ کئے جائیں۔ اور مین باشیوں۔ یوزباشیوں اور اون باشیوں میں سے بھی مناسب تعداد اس کے ساتھ کردی جائے۔ اور وہ غنیم کی طرف

ایک منزل مسافت طے کرکے غنیم کے روبرو ہو جائے۔ اور مجھے خبر پہونچے
اور حکم دیا کہ یہ بارہ ہزار سوار نو فوجوں میں بدیں ترتیب منقسم ہوں۔ قول ایک
فوج۔ برانغار (میمنہ) تین فوج۔ جرانغار (میسرہ) تین فوج۔ ہراول ایک
فوج۔ قراول ایک فوج۔ اور کہ برانغار کی فوج ہراول اور چپاول
و شقاول پر مشتمل ہو۔ اور اسی طرح جرانغار کی فوج ہراول چپاول اور
شقاول کی تین فوجوں پر مشتمل ہو۔

اور ہدایت فرمائی کہ امیر الامراء جنگ گاہ کی زمین کے متعلق چار
چیزوں کا ملاحظہ کرے۔ اول اس سرزمین کا پانی۔ دوم ایسی زمین جو
سپاہ کو حفاظت کا کام دے سکے۔ سوم یہ کہ غنیم پہ پہاں سے زد پڑتی ہو۔ اور
آفتاب سامنے نہ ہو۔ تاکہ اوسکی شعاع سے سپاہ کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں
چہارم یہ کہ جنگ گاہ کی پیشانی کشادہ و فراخ ہو۔

اور حکم دیا کہ جنگ سے ایک روز پہلے صف آرائی کی جائے۔ اور
فوج کی ترتیب دتنزدک قائم کرکے قدم آگے بڑھایا جائے۔ اور جس
سمت کا رُخ کیا ہو اس سمت سے اپنے گھوڑوں کے سر نہ پھیریں۔ نہ دائیں
نہ بائیں طرف جھکیں۔ اور حکم دیا کہ جب سپاہ کی نظر غنیم کی فوجوں پر پڑے

باآواز بلند تکبیر کہہ کر اوسے سورن (بلاوا) دیں۔ اگر لشکر کا عارض دیکھے کہ سردار خطا کرتا ہے تو عارض اسکی بجائے دوسرے کو سردار بنادے۔ اور فتح کی یر لیغ کو جو میں نے اُسے اس اختیار کی نشانی کے طور پر عطا کی ہو امرائے لشکر اور سپاہ پر ظاہر کردے۔ اور حکم دیا کہ لشکر کا سردار عارض کے اتفاق سے غنیم کے لشکر کی کمی و بیشی کا ملاحظہ کرے۔ اور یہ دونوں اپنے لشکر کے سرداروں اور غنیم کی فوج کے سرداروں کی لیاقت وغیرہ کا مقابلہ و موازنہ کریں۔ اور کمی و بسیاری کی تلافی و تدارک کریں۔ اسی طرح اپنی سپاہ اور دشمن کی سپاہ کے اسلحہ پر غور کریں اور غنیم کی رفتار کو دیکھیں کہ آیا پیوستہ صفوں میں باآہستگی و ثبات جنگ میں در آتے ہیں۔ یا با اضطراب و گھبراہٹ سامنے سے غنیم جس طریق سے جنگ کرے اُسے بھی بغور دیکھا جائے کہ آیا وہ یکبارگی حملہ کرتا ہے یا یکے بعد دیگرے فوجیں بھیجتے رہنے سے حملہ کرتا ہے۔ اور یہ بھی دیکھیں کہ آیا غنیم حملہ کے وقت اپنے آپکو قریب لاکر پلٹ جانا اور پھر اسی طرح بار بار تاخت لاتا ہے۔ یا صرف پہلے حملہ پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ اگر آخری صورت ہو تو فوج پر لازم ہے کہ دشمن کے حملہ کی تاخت کو برداشت کرے۔ اور صبر دکھائے کیونکہ ایک ساعت تا

کے صبر ہی کا نام شجاعت ہے۔

اور حکم دیا کہ جبتک دشمن جنگ میں پیشدستی نہ کرے۔ اور سپر خود سبقت نہ کریں۔ اور حکم دیا کہ جب غنیم میدان میں در آئے تو سردار کی نظر اپنی تمام فوجوں پر رہے۔ ان فوجوں پر کار فرمائی اس کا کام ہے۔ سردار پر واجب ہے کہ دل کو قایم رکھے۔ اور اپنے ہاتھہ پاؤں کو پھولنے نہ دے۔ اور اپنی ہر فوج کو بمنزلہ اسلحہ ایک سلاح سمجھے کہ جس طرح جیسا موقع ہو۔ تیر۔ تبر۔ شمشیر گرز۔ بیش قبض اور خنجر سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح ہر فوج سے بوقت مناسب کام لے۔ سردار اپنی فوجوں اور اپنے وجود کو بمنزلہ ایک کشتی کرنے والے شخص کے تصور کرے۔ کہ جس طرح پہلوان اپنے ہر عضو دست و پا اور سر و سینہ وغیرہ سے دنگل میں کام لیتا ہے۔ اسی طرح سردار اپنے ہر عضو سے جنگ میں کام لے۔ کیونکہ جب ایک ایک بار کرکے نو ضربات شمشیر دشمن کے لشکر پر پڑینگی۔ طبعی امر ہے کہ پہلے نہیں تو نویں ضرب میں شکست کہا جائے۔

گھمسر

سردار پر لازم ہے کہ پہلے اپنی فوج ہراول سے دشمن پر حملہ کرائے من بعد برانغار کے ہراول کو اسکی مدد پر بہیجے۔ اور برانغار کے ہراول کے بعد جرانغار کے ہراول

سے حملہ کرائے۔ اس طرح دشمن کی فوجوں پر تین ضربیں پڑ چکی ہونگی۔ اس وقت اگر دیکھے کہ تینوں ہراولی فوجیں ناکام رہتی نظر آتی ہیں۔ تو برانغار کی فوج اوّل کو بڑھائے۔ اور اس کے بعد جرانغار کی فوج دوم کو۔ اگر اسوقت بھی فتح حاصل نہ ہو تو پھر برانغار کی دوسری فوج کو آگے کرے۔ اور اس کے متعاقب جرانغار کی فوج اوّل کو اور نیز مجھے خبر بھیجے۔ اور میرے جھنڈے کے پہنچنے کا منتظر رہ کر عنایات الٰہی پر بھروسہ کر کے سردار خود جنگ میں در آئے اور مجھے معرکے میں حاضر سمجھے۔ کیونکہ جب دشمن پر آٹھ ضربیں پڑ چکی ہوں تو نویں ضرب میں وہ شکست کھا جائے گا۔ اور میرے سردار کو فتح نصیب ہوگی۔

سردار پر یہ بھی واجب ہے کہ جلدی نہ کرے اور لشکر سے ہی کام لے۔ اس کے بعد اگر اس کے خود شامل کارزار ہونے تک نوبت پہنچ جائے تو حتی الوسع اپنے آپ کو ہلاک نہ ہونے دے۔ کیونکہ سردار کے مارے جانے سے بدنامی ہوتی ہے۔ اور دشمن شوخ ہو جاتا ہے۔ پس سردار پر لازم ہے کہ رائے و تدبیر سے کام لے۔ جلد بازی نہ کرے۔ کیونکہ تعجیل کار شیطان ہے۔ اور ایسی جگہ نہ در آئے جہاں سے پھر باہر نہ نکل سکے۔

ترتیب صف آرائی حسب ذیل ہی
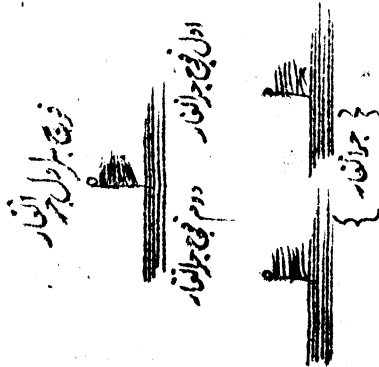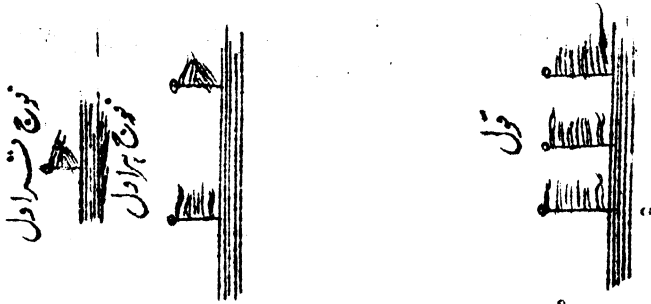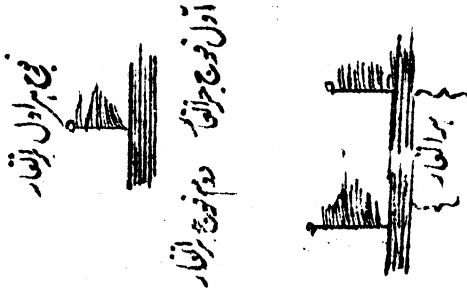
افواج قاہرہ کی صف آرائی کا قاعدہ وتزوک بندی یہ باندھا

میں نے حکم دیا کہ اگر غنیم کا لشکر بارہ ہزار سے زیادہ ہو۔ لیکن

چالیس ہزار تک نہ پہنچا ہو تو میرے فرزندان کامگار میں سے ایک لشکر کا سردار ہو۔ اور بیگلر بیگی اس کے ہمرکاب مع امرائے قشونات و تومانات والوسات جن کا مجموعہ چالیس ہزار سواروں سے کمتر نہ ہو حاضر ہوں۔

اور افواج قاہرہ کو چاہیے کہ مجھے حاضر و موجود سمجھ کر مردمی و سرداگی اور تدبیر کے رشتہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔

اور حکم دیا کہ جب میرے اقبال کے پیش خانہ کو نکالا جائے تو بارہ فوجیں معیّن کیجائیں اور ہر ایک فوج پر امرائے قبائل میں سے ایک ایک میر کو مقرر کر کے نزدیک و ترتیب قایم کریں۔ تاکہ صف آرائی و فوج شکنی اور درآمد و برآمد کے متعلق جو بارہ نزوکہا میں نے باندھے ہیں وہ زیر نظر رہیں۔

لشکر کی سرداری کے لئے وہ شخص زیبا ہے جو غنیم کی سپاہ کے سرداروں کو شمار کرے۔ اون کے مقابل اپنے لشکر میں بھی سرداروں کا تعیّن کرے۔ غنیم کی سپاہ کی جملہ اقسام کو جانچ جائے۔ کہ اون میں اتنے اوچی ہیں۔ اس قدر شمشیری۔ اور اتنے نیزہ دار۔ اور غنیم کی سپاہ کی رفتار اور چال ڈھال کو دیکھے کہ آہستہ آہستہ فوج فوج ہو کر میدان جنگ میں در آتے ہیں۔ یا سب کے سب یکبارگی حملہ مغلوبہ کر دیتے ہیں۔ اور میدان جنگ تک اپنے ہلہ و مراجعت

کے راستہ کو ملحوظ رکھ کر غنیم کے طریق جنگ کو بھانپ جائے۔ کیونکہ بعض اوقات دشمن عمداً اپنی طاقت کو کم ظاہر کرتا ہے۔ یا بھاگنے کی سی صورت بنا لیتا ہے۔ پس ان کے مکر اور گریز پائی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔

جنگ دیدہ اور کارکردہ سردار وہ کہلاتا ہے۔ جو جنگ کے بند و بست کو سمجھتا ہو۔ کہ کس فوج کو پھیلا کر بڑھانا ہے۔ اور کس زخنہ کو تدبیر سے باندھنا ہے۔ اور کس طرح جنگ کی طرح ڈالنی ہے۔ سرداری کے لائق وہ ہے جو غنیم کے ارادہ کو تاڑ جائے۔ کہ وہ اس طرح سے جنگ شروع کرے گا۔ پس اس روش کا راستہ اوپر بند کر دے۔

سردار کو واجب ہے کہ اپنے چالیس ہزار سواروں کو بدیں طریق چودہ فوجوں میں منقسم کرے۔

اول اپنی ذاتی صف کو آراستہ کر کے اوسے قول (قلب) بنائے پھر برانغار کی تین فوجوں کو مرتب کرے۔ اور ان میں سے ایک کو برانغار کے ہراول کے نام سے موسوم کرے۔ اور اسی طرح جرانغار کی تین فوجیں مرتب کر کے ان میں سے ایک کو ہراول جرانغار کا نام دے۔

پھر ایسی ہی تین فوجیں افواج برانغار کے آگے مرتب کر کے ان کا نام
چپاول رکھے۔ اور ان تین میں سے ایک کو چپاول کا ہراول (پیش
رو لشکر) بنائے۔ اسی طرح تین فوجیں افواج جرانغار کے آگے مقرر کر کے
ان کا نام شقاول رکھے۔ اور ایک فوج کو شقاولی ہراول بنائے۔

پھر اپنے قول (قلب) کے سامنے چیدہ چیدہ آزمودہ کار بہادروں
اور قچیوں، شمشیر داروں اور نیزہ داروں کو مرتب کر کے اس دستہ کا نام
ہراول بزرگ رکھے۔ اور اس ہراول کو ایسا مستحکم و قوی بنائے کہ الغ سوزن
(بزرگ طرح جنگ) ڈالنے پر یہی ہراولی فوجیں غنیم کے لشکر کو شکست
دے ڈالیں۔

سردار پر واجب ہے کہ غنیم کی رفتار پر نظر رکھے۔ اور اگر اس کا کوئی
امیر بلا حکم حرکت اور تیز روی کرے تو اوسے تنبیہ کرے۔ اسی طرح
غنیم کی درآمد و برآمد کو زیر نظر رکھے۔ اور طرح جنگ ڈالنے میں اضطراب
نہ دکھائے۔ تاکہ پہلے غنیم جنگ میں مبادرت کرے۔ جب غنیم حملہ کر دے
تو سردار کو چاہیئے کہ اوس کے طریق محاربہ پر غور کرے۔ کہ کس طرح سے
میدان جنگ میں درآتے اور باہر نکلتے ہیں۔ اور کس طرح حملہ کرتے

ہیں۔ آیا حملہ کر کے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور موقعہ کے مناسب چال کبھی پسپا
ہو جاتے اور کبھی پھر پلٹ کر آگے بڑھتے ہیں۔

خود بخود شکست کھا کر بھاگنے والے دشمن کا تعاقب سردار کو نہیں کرنا
چاہیئے۔ کیونکہ ایسا دشمن خود ہی اپنی کمر توڑنے والا ہوتا ہے۔

سردار جب دیکھے کہ غنیم نے حملہ میں پیشدستی کر کے ہلہ کر دیا اور اپنی دائیں
بائیں افواج کو پھیلا دیا ہے تو اپنے پہلے ہراول کو ان کے روبرو کر کے
جنگ کی طرح ڈالے۔ بعد چپاولی ہراول کو اور شقاولی ہراول کو
کلاں ہراول کی مدد کو بھیجے۔ اور ان کے بعد اول فوج چپاول اور دوم
فوج شقاول کو میدان جنگ میں اتارے اور پھر دوم فوج چپاول اور
اول فوج شقاول کو۔

اگر ان سات ضربوں سے بھی غنیم پر فتح حاصل نہ ہو تو اس تنت دبرانغاری
ہراول اور جرانغاری ہراول کو مدد پر دوڑائے۔ تاکہ غنیم پر نو ضربیں پڑیں
یہ نو ضربات بھی بیکار گئی ہوں تو اول فوج برانغار اور دوم فوج جرانغار
کو دوڑائے۔ یہ گیارہ ضربات بھی بے اثر رہیں۔ تو دوم فوج برانغار
اور اول فوج جرانغار کو جنگ پر بھیجے۔ اور امید ہے کہ یہ تیرہ ضربیں

کھا کر غنیم کی فوجیں منہزم ہو جائینگی۔ اور فتح میسر ہوگی۔

احیاناً اگر ان تیرہ ضربوں سے بھی فتح حاصل نہ ہو تو اسوقت سردار کو چاہئے کہ قول کی فوجوں کو صف آرا کر کے چل پڑے اور اپنے آپ کو پہاڑ کی مانند دشمن کی نظروں میں نمودار کرے۔ آہستگی و پیوستگی کے ساتھ حرکت کرے۔ اور بہادران جنگی کو حکم دے کہ تلوار سے دشمن پر حملہ کریں۔ اور اوپچی تیر اندازی کریں۔ اگر اب بھی فتح نہ ملے تو خود جنگ میں داخل ہو کر میرے جھنڈوں کا منتظر رہے۔
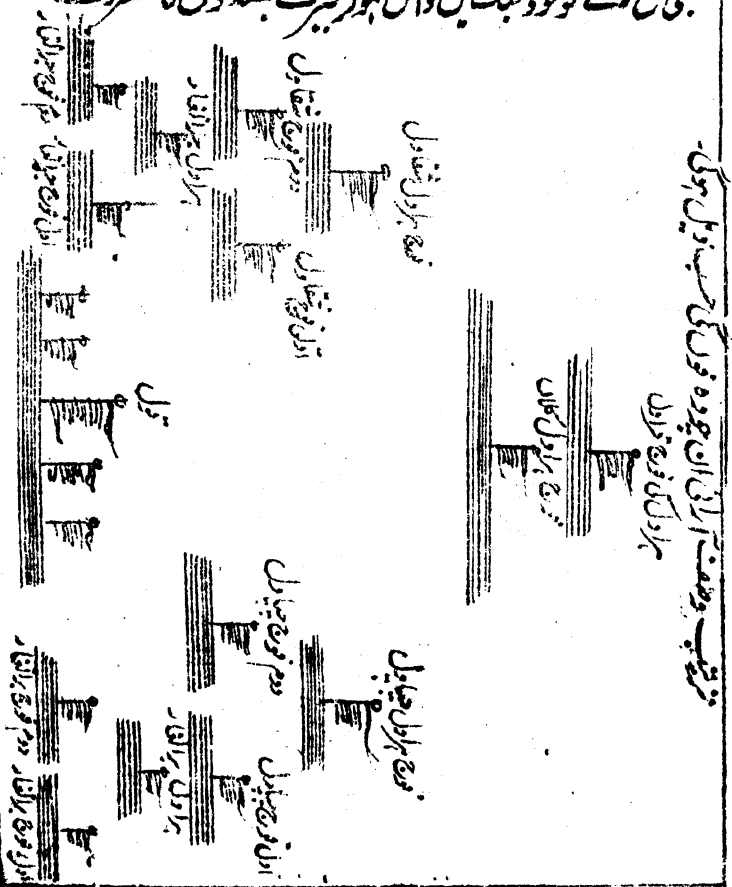
قاعدہ و قانون صف آرائی

میں نے قانون بنایا کہ اگر دشمن کا لشکر تعداد میں چالیس ہزار سوار سے زیادہ ہو تو بیگلر بیگگان۔ امراء بن باشی۔ یوز باشی اور اون باشی و بہادران و جملہ سپاہ میرے رایات ظفر آیات کے منتظر رہیں۔ اور حکم دیا کہ ہر فوج کے امیر کو میں جو یرلیغ (فرمان) بھیجوں اُس فرمان کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ ہرگز سرتابی کا مرتکب نہ ہو۔ اگر بیگلر بیگوں اور امرا میں سے کوئی اس حکم کی خلاف ورزی یا اس سے تجاوز کرے تو اُسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ اور اس کے کوتل کو جو امارت کا منتظر ہو اسکی جگہ نصب کیا جائے۔ اور حکم دیا کہ الوسات وقشونات وتومانات کے جملہ چالیس اویماق (گروہ) میں سے جو بارہ اویماق درجہ تمغا تک پہنچ چکے ہوں ان کو چالیس فوجوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور تمغا تک نہ پہنچنے والے باقی ۲۸۔ اویماق کے امراء کو فوج قول کے عقب میں صف بستہ کیا جائے۔ فرزندان و نبیرگان شاہی اپنی فوجوں کو قول کی دائیں جانب کے بائیں ہاتھ مرتب کریں۔ اور یہ فوجیں اس طرح صف آرا رہیں

کہ جس جگہ مدد کی ضرورت ہو وہاں فوراً مدد پہنچائیں۔

جانب برانغار میں چھ فوجیں مقرر کیجائیں۔ اور ساتویں فوج ان کی ہراول ہو۔ اسی طرح جرانغار میں ایک ہراولی فوج ہو اور اس کے پیچھے چھ اور فوجیں۔

اور برانغاری فوجوں کے سامنے مزید چھ فوجیں بنام چپاول اور ایک فوج بنام ہراول چپاول مامور ہو۔ اسی طرح جرانغاری فوجوں کے سامنے چھ شقاولی فوجیں اور ایک فوج بنام ہراول شقاول مقرر ہو۔ چپاول و شقاول کی فوجوں سے امراء کارکردہ اور بہادران آزمودہ کی چھ فوجیں بنام ہراول بزرگ رکھی جائیں۔ اور ان چھ سے آگے ایک فوج اور بطور ہراول ہو۔ اور اس ہراول ہراول کے دائیں بائیں دشمن کے لشکر کی دیدبانی کے لئے دو قراول بیگی مع جملہ علم برداران مامور کئے جائیں۔

اور حکم دیا کہ ان چالیس افوج کے امرا جب تک بدیں مضمون میرا فرمان نہ پہنچ جائے۔ جنگ میں نہ در آئیں۔ اور جب تک جنگ کی نوبت ان تک نہ پہنچ جائے۔ خود پیشدستی نہ کریں۔ البتہ جنگ

کے لئے تیار وآمادہ رہیں۔ اور جب جنگ کا حکم پہنچ جائے تو غنیم کی روش کو دیکھ کر جنگ میں در آئیں۔ تاکہ جس طریق سے وہ جنگ میں در آیا ہو اوس راہ کو بند کرنے کی کوشش کریں۔ اور جس راہ کو غنیم نے بند کیا ہوا سے از روئے تدبیر کھول سکیں۔

اور حکم دیا کہ جب ہراول ہراول جنگ شروع کرے تو ہراول کا امیر اپنی شتسگانہ فوجوں کو یکے بعد دیگرے میدان میں پہنچا دے تاکہ چھ ضربیں نوبت بہ نوبت دشمن پر پڑیں۔ اور وہ لڑکھڑا کر شکست کھا جائے اگر ایسا نہ ہو تو اس وقت امیر چپاول کو لازم ہے کہ اپنی چھ فوجوں کو ایک ایک کر کے کمک پر بھیجے۔ اور خود بھی حملہ کرے۔ اسی طرح سقاولی افواج کا امیر اپنی چھوٹوں فوجوں کو آگے کرے۔ اور خود بھی وہاں پہونچے۔ تائید وکرم ایزدی سے امید ہے کہ اٹھارہ ضربیں کھا کر دشمن متزلزل ہو جائے گا۔

لیکن اگر ان حملوں کے باوجود دشمن شوخ چشمی دکھلائے تو برانغار اور جرانغار کے امیر اپنے ہراولوں کو مدد پر دوڑائیں۔ جب یہ دونوں ہراول دائیں بائیں سے دوڑینگے تو باغلب وجوہ دشمن کا لشکر بیتاب

دناتواں ہو جائے گا۔ لیکن اگر دشمن اب بھی شوخ ہو تو امیر برانغار اور امیر
جرانغار اپنی اپنی فوجوں کو باری باری سے دشمن پر بھیج دیں۔ اور اگر دیکھیں
کہ افواج قاہرہ سے تاحال غنیم کی فوجیں شکست یاب نہیں ہوئیں۔ تو یہ
دونوں امیر خود آگے بڑھ کر دشمن کے رفع ودفع میں مشغول ہوں۔ اگر یہ
دونوں امیر بھی ناکام رہیں تو شاہزادے جو برانغار پر ہونگے اور خوشیاد جو
جرانغار پر مامور ہیں غنیم پر حملہ کر دیں۔ اور دشمن کے سردار اور اس کے جھنڈے
پر نظر رکھ کر شجاعت و مردی دشمن کی صفوں کو توڑیں۔ اور سردار کو گرفتار
اور اس کے جھنڈے کو نگوں سار کرنے کی کوشش کریں۔

اگر ان ضربوں کے باوجود دشمن قایم رہے۔ تو اس وقت متفرق فوجیں
اور قول کے بہادر اور الوساقی (قبائلی) فوجیں جو کہ قول کے عقب میں
آراستہ کی گئی تھیں۔ ایک ساتھ بڑھ کر دشمن پر تلہ کر دیں۔ اگر اس پر بھی
فتح نصیب نہ ہو تو پھر سلطان پر واجب ہے کہ وہ خود بہ ہمت بلند اور دل
قوی پیشقدمی کرے۔ چنانچہ میں نے قیصر (سلطان بایزید والئی روم)
کی جنگ میں ایسا ہی کیا۔ شاہزادہ میراں شاہ کو جو دائیں ہاتھ کی فوج
کا سردار تھا حکم دیا کہ قیصر کے بائیں ہاتھ (میسرہ) پر سرکن پرکن دمیرون

آمدن و زدن) کے طریقہ سے حملہ کرے۔ اور شاہزادہ سلطان محمود خاں امیر سلیمان کو کہ دست چپ کے سردار تھے۔ فرمان بھیجا کہ قیصر کے میمنہ (دائیں ہاتھ کی فوج) پر ہجوم ڈالیں۔ اور شاہزادہ ابو بکر کہ جو دائیں ہاتھ کی انتہائی فوج کا افسر تھا حکم دیا کہ بایزید یلدرم کے قول پر جو ایک پشتہ پر ایستادہ تھا۔ بلہ کرے اور میں نفس نفیس قول کی فوجوں اور ادیماقی لشکروں کو لے کر خود قیصر کی طرف

فوجیں شکست یاب ہو گئیں اور سلطان محمود خاں نے تعاقب کر کے قیصر کو پکڑ لیا۔ اور اُسے بارگاہ میں حاضر کیا۔ تو قتمش خاں کو بھی اسی طرح کے انتظام صف آرائی سے میں نے شکست دی۔ اور حکم دیا تھا کہ اسکے علم کو نگوں سار کر دیں۔

اگر دشمن چالاکی و قزاقی کر کے چپاولی و شقاولی اور برانغاری و جرانغاری فوجوں کو درہم برہم کرتا ہوا قول کی فوج تک پہنچ جائے تو سلطان پر واجب ہے کہ شجاعت کے پاؤں کو صبر کی رکاب میں مستحکم رکھے کہ غنیم کی دفع و رفع پر متوجہ ہو۔ چنانچہ شاہ منصور کی جنگ میں میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ میری فوجوں کو روندتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔ تو میں نے بذات خود اسکا مقابلہ کر کے اُسے خاک ہلاکت پر گرا دیا۔

تمغادار بارہ ادیماقی لشکروں سے چالیس فوجیں آراستہ کرنے کا نقشہ

دوسرے صفحہ پر درج ہے۔

هراول هراول
قراول دست راست
قراول دست چپ
هراول بزرگ
هراول چپاول
هراول شقاول
شقاول
چپاول
هراول جرانغار
هراول برانغار
جرانغار
برانغار
قول
فوج خونی
فوج امیر
بست و هشت ایماق که به تمغا رسیده اند

تزک تیموری کا تتمہ

تزک تیموری کا پورا ترجمہ ختم ہوگیا۔ تزک کے معنے عام طور پر خود نوشتہ سوانح عمری کے لئے جاتے ہیں لیکن جیسا کہ ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں امیر صاحبقران نے اپنی اس کتاب کے نام میں تزک کو اوس کے ٹھیٹھ یعنی آئین و ضوابط کے معنوں میں استعمال کیا۔ اسمیں امیر موصوف کے جستہ جستہ حالات زندگی کا تذکرہ محض ضمناً اور سرسری طور پر کسی خاص قاعدہ و ضوابط کی برجستگی کے ثبوت میں ہوا ہے۔ نہ کہ بر سبیل داستان۔ اوسمیں اول سے آخر تک صرف اپنے طور و طریق حکمرانی آئین و مشورت اور جملہ محکموں اور صیغوں کے اصولی نظم و نسق کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ مگر ایسی عمدگی کے ساتھ کہ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ جامعیت کے تمام پہلو موجود ہیں۔ بایں ہمہ بلحاظ جسامت ابتدا آفرینش سے آج تک شاید کسی چھوٹی سی سلطنت کا مجموعہ قوانین بھی ایسا مختصر نہ پایا جائیگا۔

یہی اختصار محاربہ انگورا کے متعلق برتا گیا ہے۔ جو نہ صرف اوس زمانہ کے فن معرکہ آرائی بلکہ اپنے نتائج کی اہمیت کے لحاظ سے بھی اوس عہد کے

دو عظیم ترین تاجداران عالم اور فاتحان ممالک کا فیصلہ کن اور آخری دنگل تھا۔

بایزید یلدرم سلطان روم نہ فقط عنفوان شباب میں تھا بلکہ تیرہ سال کی مسلسل فتوحات نے اس کے حوصلے فلک الافلاک تک بڑھا رکھے تھے۔ ۱۳۸۹ء میں سلطان مراد میدان کوسوا (واقع البانیا) میں شاہ سرویا اور اسکے رفیق شاہ بوسنیا سے غالبانہ جنگ میں مشغول تھا کہ ایک سربی امیر نے عین معرکہ کارزار میں اطاعت کے بہانہ سے قریب پہنچ کر سلطان کو خنجر سے مہلک زخم پہنچا دیا۔ شاہزادہ بایزید دشمنوں کی صفوں کو الٹتا چلا آرہا تھا۔ ادھر سے سلطان مراد نے اپنی موت قریب دیکھکر ریزرو فوج کو آخری حملہ کا حکم دے دیا۔ اور مرنے سے پہلے اس نے شاہ سرویا کو مقید دیکھ لیا۔

تخت نشین ہونے پر بایزید نے یورپ میں تہلکہ۔ یونان۔ بلگیریا۔ بوسنیا اور روالیشیا کو فتح کیا۔ نکوپولیس کے میدان میں سجمنڈ شاہ ہنگری اور اس کے ہزارہا فرانسیسی و جرمن شہسوار معاونوں کو شکست دی۔ دوسری طرف ایشیائے کوچک کی سلجوقی سلطنت کے باقیماندہ دو صوبوں قسطمونی اور کرامانیہ کو بھی مسخر کر کے قیصر روم کے باقیماندہ ایشیائی مقبوضہ فلیڈلفیا اور

سمرنا کے متصلہ صوبہ آیدین کے امیر کو مطیع بنا لیا۔ ادہر عراق عرب میں اس کے جرنیل آرمینیا اور میڈیا ذات تک پہنچ گئے۔ لیکن شام و مصر و سمرنا موصل و بغداد ابھی مقبوضات عثمانیہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ اور قسطنطنیہ پر بھی یونانی قیصر ہی حکمران تھا۔ گو اسکی حالت اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ بایزید کے ساڑھے پانچ سال کے محاصرہ کے بعد اہل قسطنطنیہ اطاعت پر مائل ہو چکے تھے۔ مگر قیصر نے خراج کی مقدار بڑھا دینا اور خاص شہر میں ایک اور جامع مسجد بنوا دینا منظور کر کے گلو خلاصی کرالی۔

فتح یونان سے ۱۳۹۷ء میں فارغ ہو کر وہ تسخیر قسطنطنیہ کی مکرر تیاریاں کرنے ہی کو تھا کہ امیر تیمور سے تعلقات بگڑ گئے۔ اور بات رفتہ رفتہ یہاں تک بڑھ گئی کہ مشرقی اسلامی دنیا کے دو سلاطین اعظم کی باہم سخت ٹکر ہوگئی۔

بایزید کی اُمنگیں جس درجہ تک بڑھ گئی ہوئی تھیں اوس کا کچھ اندازہ اوس مکالمہ سے ہو سکتا ہے۔ جو ستمبر ۱۳۹۶ء کے میدان نکوپولس کے گرفتار شدہ فرنچ امیر کبیر کونٹ ڈی نیوار سے فرنچ اسیر امیروں کی رہائی کے وقت ہوا۔ جب یہ لوگ جو شکست کے بعد بعزت و احترام سلطانی مہمان رکھے گئے تھے شکریہ ادا کرنے کو حاضر ہوئے۔ تو بقول سر ایڈورڈ کریسی سلطان بایزید

نے ترجمان کے ذریعہ یہ الفاظ کہے "میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم اپنے ملک کے امیر کبیر اور ایک طاقتور بادشاہ کے بیٹے ہو۔ تم ابھی جوان اور بہت سے سال جینے کی توقع رکھ سکتے ہو۔ ممکن ہے کہ اپنی عمر کے پہلے معرکہ میں ہزیمت یاب ہونے پر تمہیں طعنے ملیں۔ اور اس بدنامی کو دھونے کے لئے تم زبردست فوج لے کر پھر مجھ پر چڑھائی کرو۔ اگر مجھے تمہارا یا تمہارے رفقاء کا خوف ہوتا تو میں تم سب سے حلف لے لیتا۔ کہ پھر مدت العمر تم میرے برخلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ گے۔ مگر میں ایسا حلف نہیں لیتا۔ بلکہ خوش ہوں گا اگر تم اپنے ملک میں واپس جا کر فوج جمع کرو۔ اور اسے میدان جنگ میں لاؤ۔ تم مجھے ہر وقت تیار اور رن پر آمادہ پاؤ گے میرے یہ الفاظ اوروں کو بھی سنا دو۔ کیونکہ میں ہر وقت مردانہ کارزار ہوں اور توسیع فتوحات پر کمر بستہ رہتا ہوں"

یہی خود اعتمادی مدت العمر اسکی رفیق رہ کر آخر معرکہ انگورا میں اسکی بربادی کا باعث ہوئی۔ کیونکہ وہ اعتدال کے درجہ سے تجاوز کر کے ناعاقبت اندیشی اور تہور کی صورت میں بدل گئی۔ اسے اپنی زندگی کا یہ اہم ترین واقعہ یاد نہ رہا کہ نکوپولس میں شہسواران جرمنی و فرانس نے زیادہ تر اسی شاہانہ تہور کی بدولت زک کھائی تھی۔ اس کے برعکس بیر کمن سال تیمور نے جسکی

عمر ستر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ تیاری و آراستگی کے جملہ لوازمات کے ساتھ ہی تدبیر اور حزم و احتیاط کا ادنے ترین پہلو بھی برابر پیش نظر اور زیر عمل رکھا۔ اور دنیا کو ایک مرتبہ پھر یاد دلا دیا کہ بوڑھوں کا تجربہ جوانوں کے متہورانہ شاہکاری سے بدرجہا زیادہ قیمتی شے ہے۔ امیر تیمور کے حالات زندگی اور اسکی فتوحات مسلسل پر کئی کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک خود اپنی نوشتہ بنام ملفوظات تیموری ہے۔ ظفرنامہ تیموری ملا شرف الدین علی یزدی نے بزبان فارسی تیمور کے پوتے ابراہیم سلطان کے ایما پر سنہ ۱۴۲۴ء میں بمقام شیراز قلمبند کیا۔ اسمیں امیر موصوف کے محاسن و محامد ہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے مقابل عربی تاریخ تیموری میں عربشاہ دمشقی مؤلف عجائب المخلوقات نے تیمور کو خوفناک شکل میں ظاہر کیا ہے۔ یہ مورخ سنہ ۱۴۵۰ء میں فوت ہوا۔ ظفرنامہ کا ترجمہ فرانسیسی و انگریزی میں اور تاریخ تیمور کا فرانسیسی میں ہو چکا ہے۔

تیمور کے مختلف نسب نامے شائع ہوئے ہیں۔ مگر اس پر سب مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ چنگیز خاں کے شاہی خاندان سے تھا۔ وہ شہر کیش میں جسکا نام بعد میں تیمور نے سبزوار رکھا سنہ ۱۳۳۶ یا ۱۳۳۵ء مطابق سنہ ۷۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ سبزوار سمرقند سے بروایت سائیکلوپیڈیا برٹانیکا پچاس میل بجانب جنوب

اور بقول سرملکم جان مورخ ایران ۳۰ میل بجانب جنوب مشرق ہے تیمور نے عروج پکڑ کر سمرقند کو اپنی تخت گاہ اور سبزوار کو گرمائی اقامت گاہ بنایا۔

تیمور کو اپنے قبیلہ کے اکابر میں یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس کا باپ پہلا شخص تھا۔ جو قبیلہ برلاس میں مسلمان ہوا۔ تیمور کا باپ اپنے قبیلہ کا سردار ہی تھا۔ اس کا نام ترا غائی تھا۔ وہ قرہ شہر بینویان کے پوتہ کا پوتہ تھا۔ قرہ شہر چنگیز کے بیٹے اور سپہ سالار چغتائی خاں کا وزیر تھا۔ ترا غائی چاہتا تو اپنی موروثی عہدہ کی وجہ سے بہت سے فوجی کارنامے کرتا۔ مگر اپنے باپ اور تیمور کے دادا ابو قبل کی طرح اس نے بھی علمی اور باامن زندگی کو ترجیح دی۔ گویا تقدیر کو منظور تھا۔ کہ باپ دادا کی کسر بھی اس میدان میں پوتہ پوری کرے۔ ترا غائی نے بیٹے کی تعلیم وتربیت کو سب کاموں پر مقدم سمجھا۔ چنانچہ تیمور بیس سال کی عمر تک نہ فقط تمام مردانہ کرتبوں میں ماہر ہوگیا۔ بلکہ قرآن کریم کا بھی بہترین عالم متصور ہونے لگا۔ اس زمانہ میں اس کی طبیعت کا میلان بہت کچھ رحم دلی کے کاموں کی طرف رہا۔

مگر بائیسویں سال ہی اسے فوجکشی کے میدان میں داخل ہونا پڑگیا

اور آیندہ دس گیارہ سال میں اس نے گرد و نواح کی ریاستوں پر اپنا سکہ
خوب بٹھا لیا۔ سب سے اوّل اس نے امیر قرہ گن سے جس نے تمازان کو فتح و برباد
کیا تھا۔ اور مغربی چغتائی خاندان کا امیر اور تیمور کا رشتہ دار تھا اتحاد کا رشتہ
مضبوط کیا۔ قرہ گن نے اوسے ایک ہزار سوار دیکر خراسان کی مہم پر جو تیمور کی
دوسری فوج کشی تھی بھیجا۔ اسمیں کامیاب ہونے کے بعد اس نے خوارزم اور
ارگنج کو فتح کیا۔ ۲۷ سال کی عمر میں امیر خراسان و ماوراءالنہر کو ازبکوں
کے برخلاف جو اوس کے علاقوں کو ویران کر رہے تھے کامیاب مدد دی جس کے
صلہ میں اسکی دامادی کی عزت حاصل کی۔ قرہ گن کے قتل پر کئی شخص تخت کے
دعویدار ہو گئے۔ ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ چنگیز خان کی اولاد میں سے ایک
تغلق تیمور والئی کاشغر نے حملہ کر دیا۔ چغتائی سرداروں نے تیمور کو سفیر بنا کر حملہ
آور کے پاس بھیجا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تیمور کو ماوراءالنہر کا حاکم تسلیم کر لیا گیا۔ انہی
دنوں باپ کے فوت ہو جانے پر قبیلہ برلاس کی موروثی امارت بھی اُسے
ملگئی۔ اس نیم شاہانہ اقتدار کی وجہ سے تیمور کا آخر تغلق تیمور سے بگاڑ ہو گیا
آخر الذکر حملہ آور ہو کر پھر سیحون کے کنارہ نمودار ہو گیا۔ اور تیمور کی حالت
بہت کچھ پریشان ہو گئی۔ صوبہ ماوراءالنہر تیمور سے چھینا گیا۔ اور تغلق نے اُسپر

اپنے بیٹے کو مامور کر دیا۔ مگر بہادر تیمور نے نسبتاً بہت تھوڑی سی فوج کے ساتھ آخر نئے حاکم کو شکست دیکر بھگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد تغلق مر گیا۔ اور تیمور کو اپنے سابقہ علاقے لینے اور مزید فتوحات کا موقعہ ملگیا۔ اس زمانہ میں تیمور کی اپنے سالے امیر حسین سے بگڑ گئی۔ یہ دونوں قبل ازیں سالہا سال یار غار اور ایام پریشانی میں ایک دوسرے کے رفیق حال بھی رہ چکے تھے۔ ۱۳۶۹ء کے اواخر میں امیر حسین کو قتل کر کے تیمور بلخ کا بادشاہ بن گیا۔ اور سمرقند کو پایہ تخت بنا کر باقاعدہ مسند نشین ہوا۔ قرل التائی یعنی بہادران قوم کی مجلس کلاں نے اسے چغتائی اقوام کا باضابطہ خان تسلیم کر لیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

ناموں میں بھی کچھ تاثیر ہوتی ہے۔ تیمور ترکی میں لوہے کو کہتے ہیں۔ یہ نام تیمور کی شخصیت میں بالکل درست نکلا۔ باضابطہ بادشاہ تسلیم کئے جانے پر ایشیائی فرمانرواؤں کے دستور کے مطابق اس نے گورگان (گرگ عظیم) صاحبقران اور جہانگیر کے القاب اپنے لئے پسند کئے۔ اور دنیا نے جلد دیکھ لیا کہ یہ صرف لفظ ہی لفظ نہ تھے۔ اس نے بلا مبالغہ اپنی ذات کو ان کا پورا مصداق ثابت کر دکھایا ۳۶ سالہ عہد حکومت میں اس نے شمالاً چین کی دیوار اعظم سے لیکر روس کے قلب

تک اور جنوباً کنار گنگا سے لیکر آب نیل و بحیرہ روم تک اپنی جہانبانی کا سکہ چلایا۔ اسکی ذات میں ۲۷ ممالک کی بادشاہی اور نو مختلف حکمران خاندانوں کی وراثت مجتمع ہوگئی۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے ویسے ہی خدا کی زمین پر ایک بادشاہ ہونا چاہیئے۔ اور کہ کل دنیا کی بادشاہیاں ملجانے سے بھی کسی سلطان اعظم کا شوق ملک گیری سیر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ سمرقند کو پایۂ تخت بناکر تاج شاہی سر پر رکھتے وقت اس نے علانیہ کہہ دیا تھا کہ میں تمام ربع مسکوں کو زیرنگیں کرونگا۔

بہ حیثیت فاتح تیمور دنیا میں لاثانی گذرا ہے۔ دنیا کے مشہور تاریخی فاتحان اعظم کیخسرو (ایرانی) اسکندر قیصر۔ اٹلا چنگیزخاں۔ شارلمین یا نپولین میں سے کسی نے بزور شمشیر اس قدر ممالک مسخر نہ کئے جس قدر کہ تیمور کے زیرنگیں ہوئے نہ ان میں سے کسی کو اتنی رعایا پر حکومت کرنا نصیب ہوا۔ جو تیمور کو ملی۔ بقول سر کرسٹی تیمور کو محض شخصی شجاعت اور اعلےٰ قابلیت اور ذہانت کی طفیل ہی یہ بے نظیر فتوحات حاصل نہ ہوئیں۔ بلکہ اس لیے بھی کہ وہ اعلےٰ پایہ کا مدبر اور از حد قابل حکمراں بھی تھا۔ جو مجموعہ قوانین (تزک تیموری) اس نے عروج کے انتظام معدلت گستری اور سلطنت کے مالی نظم ونسق کے لئے مرتب کیا۔ اوس سے تیمور کی تیز قوت

مشاہدہ اور صحیح و عمیق غور و فکر کا کافی ثبوت مل رہا ہے۔ حکمرانی کو خوب کے
درجہ تک پہنچانے اور نیز اپنی خارجیہ پالیسی میں کامیاب رہنے کے معاملہ میں اُسے
اپنے محکمہ خبر رسانی کے قابل تعریف انتظام سے بڑی مدد ملی۔ اس محکمہ کی بدولت
اُسے اپنے قاصدوں اور خبر نویسوں کی رپورٹوں سے ہر وقت صحیح اور پوری
پوری اطلاع پہونچتی رہتی تھی۔ اُس نے تمام اطراف میں سیر و سیاحت کرنے کے
لئے قاصد بھیج رکھے تھے۔ جو طرح طرح کے بھیسوں اور خاص کر حاجی اور
درویشوں کے لباس میں ہر جگہ گشت لگاتے رہتے۔ ان کے ذریعہ تیمور کو اپنے
ہر دشمن کی طاقت و کمزوری کا ہمیشہ اور ہر موقعہ پر صحیح علم ہوتا تھا۔ ان کی
رپورٹیں صدر محکمہ میں باحتیاط رجسٹر درج کی جاتیں۔ اور ہدایت کی تھی کہ نقشوں
پر جو ہر وقت پیش نظر رکھے رہتے نوٹ کر دی جائیں۔
کسی مہم کے پیش آنے پر وہ اُس کے تمام پہلوؤں اور امکانات و ممکنات
پر بخوبی غور کرتا۔ اور ہر جو کچھ کی پہلے سے پیشبندی کر لیتا۔ اس طرح کامل
سوچ بچار کے بعد جب وہ کسی امر کا ارادہ کر لیتا تو پھر پہاڑ کی طرح اس پر قائم رہتا
چنانچہ مدت العمر میں ایک دفعہ بھی اس نے اپنے کسی حکم کو ہرگز منسوخ نہ کیا
گذشتہ را صلوات آیندہ را احتیاط اس کا دلپسند مقولہ تھا جو کچھ گذر جاتا اُسے

اسپر پچھتانا یا متاسف ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ اوسی اپنی سپاہ کے دلوں پر
ایسا اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ اوسکی خوشنودی کے لئے وہ سخت سے سخت
مصیبتیں بھی بخوشی نہ اٹھاتے۔ اور اسکی آنکھ کے اشارہ پر جانیں تک
بلا دریغ قربان نہ کردیتے۔ بلکہ اگر تیمور کا حکم ہوتا تو عین حالت فتح میں لوٹ
مار سے فی الفور دستکش ہوکر مال غنیمت کو گھیر چون وچرا کئے بغیر
چھوڑ دیتے۔

تیمور فیاض آقا تھا۔ مگر جو مقابلہ کی گستاخی کرتے اُن کو ایسی سخت سزا
دیتا جس کی مثال اون خوفناک زمانوں میں بھی کمتر ملتی ہے۔ فتح کے لئے
تیمور جو بڑے سے حربے استعمال کیا کرتا تھا ازانجملہ ایک یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں
میں دہشت بٹھادی جائے۔ چنانچہ شہروں اور علاقوں کی سالم سالم آبادی
کو جو سزائیں وہ دیتا اون طرز وطریق سے صاف معلوم ہوجاتا کہ ایسے احکام
کسی مطلق العنان اور جابر فرمانروا نے بحالت غیظ وغضب محض سفاکی
کے جوش میں آکر صادر نہیں کئے۔ بلکہ ایسے شخص کے صادر کردہ ہیں جو ایذا
وعقوبت رسانی کے معاملہ میں پوری مہارت رکھتا اور ٹھنڈے دل سے
ہر پہلو پر غور کرکے محض کسی غرض خاص کے حصول کے لئے اون سے

کام لے رہا ہے۔

امیر حسین شاہ بلخ اور اپنے سالے کو قتل کرنے کے بعد جس سے تیمور کا بگاڑ بیوی کے مرنے کے بعد ہوا تھا اس نے سمرقند کو پایۂ تخت بنا کر ایک طرف زیب و زینت دلفریب عمارات اور عالیشان باغات وغیرہ سے عروس دہر بنا دیا۔ تو دوسری طرف مضبوط قلعبندی اور فصیل و بروج سے مضبوط ترین حصن عالم کی شکل میں بدل دیا۔ توران کا مالک واحد بننے کے بعد اسکی نظر ایران پر پڑی۔ جہاں چنگیزی سلطنت کے انتزاع کے بعد کئی بادشاہیاں قائم ہو چکی تھیں۔ اسوقت عراق عجم اور خاص فارس کے علاقے خاندان ساسر کے ماتحت تھے۔ اور عراق عرب اور آذربائجان پر ایلخانی قبیلہ حاکم تھا۔ ایران خاص کی طرف رُخ کرنے سی پہلے تیمور نے مشرقی سرحدی صوبجات خراسان۔ سیستان اور زابلستان کو مسخر کیا۔ پھر ایران پر فوجکشی کی۔ اور تین سال میں اسکی تسخیر سے فارغ ہو گیا۔ خاندان ساسر کا حکمراں سور شاہ بلا مقابلہ مطیع ہو گیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح تیمور کے پوتے سے کر دیا۔ ایلخانی سلطان احمد برسر مقابلہ ہو کر مغلوب ہوا۔ اور ایران کے ساتھ ہی علاقجات جارجیا شروان گیلان۔ آرمینیا۔ بغداد۔ کربلا کردستان اور جزیرہ تمام